اولاد کی تربیت

کیوں اور کیسے؟

جمع وترتیب
طٰہ محفوظ الرحمن رحمانی

ناشر
مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، سونس

"شیخ مقصود الحسن فیضی کا ایک خطاب"

اولاد کی تربیت

کیوں اور کیسے؟

جمع وترتیب

طٰہٰ محفوظ الرحمن رحمانی

ناشر

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، سونس

سلسلۂ اشاعت نمبر ۲۱

کتاب کا نام	:	اولاد کی تربیت کیوں اور کیسے؟
جمع وترتیب:	:	طٰہٰ محفوظ الرحمن رحمانی
سن اشاعت	:	اکتوبر ۲۰۱۳ء
صفحات	:	۵۶
تعداد	:	۲۲۰۰
پرنٹنگ وکمپوزنگ	:	روز آرٹ:8080429084
ناشر	:	مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، سونس

ملنے کے پتے

- مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ: بیت السلام کمپلیکس، مہاڈ ناکہ، کھیڈ ضلع رتنا گیری۔ ۴۱۵۷۰۹
- صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی: ۱۴/۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی ۷۰
- شعبۂ دعوت وتبلیغ، جماعۃ المسلمین، مہسلہ، ضلع رائے گڑھ۔
- روشنی لائبریری، نزد ویلکم ہوٹل، مقابل ڈاکٹر جگتاپ، مہاڈ، ضلع رائے گڑھ۔
- جمعیت اہل حدیث روہا، ضلع رائے گڑھ۔
- مسجد دار السلام، راجہ پور کر کالونی، ادھم نگر، ضلع رتنا گیری۔

فہرست

عرض ناشر

ایک کامیاب انسان کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر کام وقت پر کرتا ہے، مثال کے طور پر ایک کسان کو دیکھیں کہ وہ اپنی زمین میں ٹھیک وقت پر تخم ریزی کرتا ہے اور اس کی نگرانی کرتا رہتا ہے خودرو پودوں کو اکھاڑ پھینکتا ہے، وقت پر کھاد اور پانی کا انتظام کرتا ہے اور مسلسل اس کی حفاظت اور نگرانی میں خود کو لگائے رکھتا ہے کیونکہ وہ اپنی قابل کاشت زمین سے بہترین اور منافع بخش فصل کی امید رکھتا ہے۔

جس طرح ایک کسان اپنی قابل کاشت زمین کی پیداوار کے حصول کے لئے مسلسل جدوجہد کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ توجہ کے قابل ہماری انسانی کاشت اور اس سے حاصل ہونے والی اولاد ہے، اولاد کی پیدائش کے بعد ہر والدین کو فکر مند رہنا ضروری ہے، کیونکہ بچوں کی تمام تر نشوونما اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری والدین کے سر ہوتی ہے، اگر ہم اپنی فکر مندی برقرار رکھیں اور اسلامی خطوط پر ان کی تربیت کریں، ان کی نقل وحرکت اور ہر ہر ادا پر نظر رکھیں، اسکول کے آنے جانے کے اوقات کا علم رکھیں، رات میں زیادہ دیر کی غیر حاضری پر ان کی گرفت کریں، جن بچوں سے ان کے تعلقات ہوں یا جہاں ان کا زیادہ آنا جانا ہو اس کا بھی جائزہ لیتے رہیں، اپنے ساتھ انہیں نماز باجماعت کے لئے مسجد لے جائیں، گھر میں نماز کے ارکان وآداب سکھلائیں، صبح کی نماز کے لئے ان کو جگائیں گھر کا ماحول اسلامی بنائیں، اپنی اولاد کے مستقبل پر بھی نظر رکھیں، ان کی دنیا وآخرت دونوں کو تابناک بنائیں، جو والدین کے فرائض میں داخل ہیں تو ہمارے بچے یقیناً مستقبل میں دینی ودنیوی کامیابیوں اور ترقیوں کے منازل طے کر سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ

حاصل کلام یہ کہ اولاد، والدین کے پاس اللہ کی امانت ہیں اور اللہ کے حکموں کے مطابق ان کی تعلیم وتربیت والدین کے فرائض میں داخل ہے۔ اللہ کے سامنے مسئولیت کا خیال کرتے ہوئے ہر مسلمان ماں باپ کو غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے۔

والدین اپنے بچوں کی تربیت کس طرح کریں اس اہم موضوع کی وضاحت فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ نے اپنے ایک خطاب میں فرمائی ہے جو مہلسہ (رائے گڈھ) میں بتاریخ ۳ر فروری ۲۰۱۳ء "عظمت سلف کانفرنس" کے نام سے منعقد ہوا تھا۔ جسے مرکز آپ کی خدمت میں کتابی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

شیخ موصوف علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہیں وہ ایک عظیم داعی اور بہترین مربی ہیں، برسوں سے دعوت وتربیت کے میدان میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں، کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ چونکہ شیخ کے دروس ومحاضرات عام فہم اور پر اثر ہوتے ہیں لہٰذا اگر وہ کتابی شکل میں آتے رہیں تو عامۃ المسلمین اور مدارس کے نئے فارغین (جو منبر ومحراب کی زینت بنتے ہیں اور میدان دعوت میں قدم رکھتے ہیں) کو اس سے کافی رہنمائی مل سکتی ہے۔ مرکز الدعوہ سونس نے اس سے پہلے بھی شیخ کے دو خطابات کتابی شکل میں شائع کیا ہے، یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے مبلغ مرکز الدعوہ جناب طٰہٰ رحمانی نے بڑی محنت سے نقل کیا ہے۔ یہ تحریر لکھتے ہوئے یہ خوشخبری بھی ملی کہ طٰہٰ رحمانی کا داخلہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ہوگیا ہے، اللہ انہیں نعمت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مرکز الدعوہ کے مقاصد میں صالح معاشرہ کے قیام کے لئے حتی الامکان جدوجہد کرنا اس کے اولین ترجیحات میں شامل ہے، اسی مقصد سے جہاں دروس واجتماعات، ماہانہ مضافاتی تبلیغی دورے نیز دور دراز مقامات پر منعقد ہونے والے جلسوں اور کانفرنسوں سے مستفید ہونے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں وہیں مفید لٹریچر شائع کرنے کی بھی کوشش کی جاتی ہے، عقیدہ ومنہج کی اصلاح کے لئے مفید کتابیں اور فولڈرس شائع کئے جاتے ہیں، اور حق سے منحرف لوگوں کے الزامات اور اتہامات کا سنجیدگی سے جواب بھی دیا جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ایک صالح معاشرہ کی تشکیل میں ممد ومعاون ہیں، اللہ کرے ہم ہمارا صالح معاشرہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو۔

زیر نظر کتاب پر فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) کی تقدیم نے ہماری مزید ہمت افزائی کی ہے، ہم ان کے شکر گزار ہیں، نیز مرکز الدعوہ کے مدیر ومربی مولانا عبدالواحد انور یوسفی صاحب کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے کتاب کے آخر میں ایک بہترین نظم لکھ کر پوری کتاب کی ترجمانی کردی ہے۔ اسی طرح جن معاونین نے اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لیا ہے خصوصاً شکیل کھوت اور ان کے رفقاء ہم ان کے بھی شکر گزار ہیں۔ اللہ ان تمام کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

خیر اندیش

ابو محمد مقصود علاؤالدین سین

۱۵؍ نومبر ۲۰۱۳ء

تقدیم

الحمدللہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ النبی الکریم و علی آلہ و صحبہ اجمعین و من تبعھم باحسان الی یوم الدین امابعد!

اصلاح وتربیت اور تذکیر کا عمل ہر عمر میں ہر طبقے کے لئے ضروری ہے۔ موقع ومحل، علم وصلاحیت اور تقاضوں میں ترجیحات کو سامنے رکھ کر حکمت وبصیرت کے ساتھ یہ فریضہ انجام دیا جانا چاہئے۔

یہ تربیتی کتابچہ جو اولاد کی اصلاح وتربیت پر ایک گراں قدر خطاب ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے جماعت کے ایک بزرگ، تجربہ کار، مربی ومستند وفاضل شیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ نے مہسلہ رائے گڈھ کے ایک اہم اجلاس میں پیش فرمایا تھا، بچوں کی اصلاح، اسلامی نقطہ نظر سے ان کی نگہداشت بگڑتے ہوئے حالات اور ماحول میں ان کو سنبھالنا یہ موجودہ وقت کا بہت بڑا عمل اور مسئولیت ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے {قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا} اور فرمان رسول ﷺ "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ"۔ (صحیح البخاری، کتاب الجمعہ)

اس لئے والدین اور سرپرستوں کو ان کی تربیتی ذمے داریوں کا احساس دلانا اور اسلامی رہنما اصولوں، ہدایات اور ان کے تقاضوں کو تفصیل کے ساتھ پیش کرنا بھی ایک بڑی ذمے داری ہے۔

خطیب محترم نے کتاب وسنت، اسلاف کے واقعات اور مثالوں کی روشنی میں اس موضوع کو بڑے

موثر ڈھنگ سے پیش فرمایا ہے، اور اسلامی غیرت وشخصیت سازی کے ساتھ شعائر اسلامیہ اپنانے کی اہمیت وافادیت پر خصوصی زور دیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

ادارہ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کے بانی وذمے دار برادر مکرم جناب مقصود حسین صاحب نے اس اہم خطاب کو مرتب کرایا، اس کی اہمیت کے پیش نظر افادۂ عام کے لئے اب اسے اپنے مذکورہ ادارہ سے شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مفید سے مفید تر بنائے۔

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ سونس، کھیڈ اپنی دعوتی، اصلاحی اور تربیتی کوششوں میں پورے خطۂ کوکن میں بحمد اللہ معروف ہے، میدانی سرگرمیوں میں ذمے داریاں ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات، تقاضوں پر مشتمل اہم علمی، اصلاحی اور منہجی کتابوں کی اشاعت وتقسیم کا کام بھی جاری رکھے ہوئے ہیں جس کے فائدے عام وخاص تک پہنچ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ادارہ کے جملہ ذمے داران، معاونین ومتعلقین کو اس خدمت پر ثابت قدم رکھے اور مزید توفیق عنایت فرمائے۔ اس کتابچہ کی طباعت پر بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محاضر وناشر اور دیگر معاونین کی جہود کو قبول فرمائے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وبارک وسلم

عبدالسلام سلفی

امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۳۰/اکتوبر ۲۰۱۳ء

آنکھوں کا نور بیٹا!

✪ اکبر الہ آبادی

بیٹے کو لوگ کہتے ہیں آنکھوں کا نور ہے
ہے زندگی کا لطف تو دل کا سُرور ہے

گھر میں اسی کے دم سے ہے ہر سمت روشنی
نازاں ہے اس پہ باپ تو ماں کو غرور ہے

خوش قسمتی کی اس کو نشانی سمجھتے ہیں
کہتے ہیں یہ خدا کے کرم کا ظہور ہے

اکبرؔ بھی اس خیال سے کرتا ہے اتفاق
اس کا بھی ہے یہ قول کہ ایسا ضرور ہے

البتہ شرط یہ ہے کہ بیٹا ہے ہونہار
مائل ہے نیکیوں پہ برائی سے دور ہے

سنتا ہے دل لگاکے بزرگوں کی پند کو
وقت کلام لب پہ جناب وحضور ہے

برتاؤ اس کا صدق ومحبت سے ہے بھرا
اس میں نہ ہے فریب نہ کچھ مکر وزور ہے

افکارِ والدین میں ہے دل سے وہ شریک
ہمدرد ہے معین ہے اہل شعور ہے

راضی ہے اس پہ باپ کی جو کچھ ہو مصلحت
صابر ہے باادب ہے عقیل وغیور ہے

رکھتا ہے خاندان کی عزت کا وہ خیال
نیکوں کا دوست صحبت بد سے نفور ہے

کسب کمال کی ہے شب وروز اس کو دُھن
علم وہنر کے شوق کا دل میں وفور ہے

لیکن جوان صفات کا مطلق نہیں پتا
اور پھر بھی ہے خوشی تو خوشی کا قصور ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اولاد کی تربیت کیوں اور کیسے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَاَھۡلِیۡکُمۡ نَارًا

وَّقُوۡدُھَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَۃُ عَلَیۡھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَھُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ۝۶

(سورہ التحریم:۶)

قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ۝۲۵ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۝۲۶

وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ۝۲۷ یَفۡقَھُوۡا قَوۡلِیۡ ۝۲۸

(سورہ طٰہٰ:۲۵۔۲۸)

محترم علماء کرام پیارے دینی بھائیو اور پیاری ماؤ اور بہنو! دور اور نزدیک سے آئے ہوئے حضرات!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مقدمہ

ساتھیو! سب سے پہلے اہل مہسلہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان کی اس کوشش اور اس عظیم اجتماع پر اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ اب تو مجھے یہ شبہ ہونے لگا ہے کہ مہسلہ جو، ہا اور سین، سے لکھا جاتا ہے شاید یہ غلط ہے، اسے میم، حا اور ص سے لکھنا چاہئے جس سے حوصلہ بنا ہوا ہے اور حوصلہ کہتے ہیں چڑے، کبوتر، مرغی اور مرغ کے آگے کے اس حصے کو جس میں وہ جلدی جلدی سے دانے چگ کر جمع کر لیتے ہیں پھر آہستہ آہستہ اسے اپنے جسم کے اندر حسب ضرورت منتقل کرتے رہتے ہیں، اسی طریقے سے گویا ایک روزہ کانفرنس کر کے مختلف عناوین پر متعدد تقریریں کرا کر کے یہاں پر حاضر ہونے والوں کو کچھ علم دے دیا جا رہا ہے کچھ توجیہات ان کے سامنے پیش کر دی جا رہی ہیں تاکہ یہاں سے ان چیزوں کو لیکر جائیں اور حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا اللہ کی مخلوق تک اسے پہونچائیں اسی مناسبت سے شاید مہسلہ کا نام محصلہ رکھنا زیادہ مناسب ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اگر نام کے طور پر یہ نہیں تو کام کے طور پر اسے محصلہ ضرور بنائے، اللہ تعالی ہمارے ان بھائیوں کی، ان اہل علم کی، ان رضا کاروں کی جن کے چہروں پر اسلامی آثار ظاہر ہیں، نور توحید سے ان کے چہرے روشن ہیں، اللہ تبارک وتعالی ان کی تمام کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین

اولاد کی خواہش ایک فطری ہے

ساتھیو! ہر انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ اولاد چاہتا ہے، اولاد سے محبت کرتا ہے، اسے اولاد کی چاہت وخواہش ہوتی ہے، موضوع ہی سے متعلق لیکن تھوڑا سا کنارے ہٹ کر یہ بتا تا چلوں کہ انسان کے دل میں اولاد کی محبت وہ فطری چیز ہے جو والدین کی محبت میں نہیں ہے، تعجب نہ کریں؟ اس لئے کہ آپ غور کریں کہ ہر شخص جتنی محبت اپنے بیوی بچوں سے کرتا ہے اتنی محبت اپنے ماں باپ اور بھائیوں سے نہیں کرتا اور انسان کی فطرت بھی یہی ہے کہ ماں باپ سے محبت کم ہو اور بیوی بچوں سے محبت زیادہ ہو، کیونکہ ہم لوگ آدمی ہیں، آدمؑ کی اولاد تو ہیں لیکن حضرت آدمؑ کی نہ ماں تھی اور نہ ان کا کوئی باپ تھا، البتہ ان کے بیوی اور بچے ضرور تھے، لہٰذا ہمیں اور آپ کو اگر بیوی بچوں سے محبت اپنے ماں باپ کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے تو یہ فطری چیز ہے، فطرت کے خلاف نہیں ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی خدمت کرنے اور ان سے محبت کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے، اسلئے کہ یہ چیز فطرت سے قدرے ہٹ کر کے ہے اور لوگوں سے اس سلسلے میں کوتاہی ہو سکتی ہے، اسی کوتاہی پر متنبہ کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اس کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے۔

اولاد سے محبت

اولاد کی چاہت وخوشی انسان کی فطرت میں داخل ہے، بلکہ عام انسانوں سے ہٹ کر انبیاء کرام کو دیکھئے جو للّٰہیت کے اونچے مقام پر فائز رہا کرتے تھے، ان کے دل میں بھی اولاد کی خواہش ہوتی تھی ،قرآن مجید میں دو نبیوں کا ذکر خصوصی طور پر آیا ہوا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کا، کہ ان لوگوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس عمر میں دعا کی جس عمر میں بچے کی پیدائش کی امید

نہیں رہ جاتی، لیکن پھر بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے اور اولاد کی چاہت دل سے کم نہیں ہوئی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی ، رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (الصافات:۱۰۰) اے اللہ مجھے نیک اور صالح اولاد عطا فرما۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر اسّی (۸۰) سال سے زیادہ ہوگئی تھی بال سفید ہو گئے تھے، ہڈیوں میں طاقت نہیں رہ گئی تھی لیکن بچے کی خواہش ان کے دل سے نہیں گئی حتی کہ لوگوں کے سامنے اپنی اس خواہش کو ظاہر کرنے سے شرمانے لگے۔

لیکن اس عمر میں بھی اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوئے اور چپکے چپکے، تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں ''ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا (المریم:۲-۳) یہ اللہ کے بندے حضرت زکریا علیہ السلام پر اللہ کی رحمت کا ذکر ہے جب اس نے چپکے چپکے، آہستہ آہستہ اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے کوئی اولاد عطاء فرما، میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور ہمارے جو چچازاد بھائی ہیں ان سے خطرہ ہے کہ وہ میرے اس دین کو، اس وصیت کو لیکر آگے نہیں بڑھ سکیں گے، لہٰذا کوئی ایسی اولاد عطا فرما جو اس کام کو آگے بڑھا سکے۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً (ال عمران:۳۸) اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

اولاد کی چاہت اور محبت کا اندازہ درج ذیل حدیث سے بھی لگائیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے باہر عوالی کے علاقے میں ایک جگہ رضاعت کی مدت گذار رہے تھے۔ آپ نے انہیں کے بارے میں فرمایا تھا کہ ''اگر ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو اللہ کے نبی ہوتے''۔ صحیح الجامع ۵۲۷۲

لیکن چونکہ نبوت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا تھا لہٰذا ابراہیم باقی بھی نہیں رہے۔ چنانچہ ایک بار آپ کو خبر ملتی ہے کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ بیمار ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں چند صحابہ جیسے حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زید رضی اللہ عنہم وغیرہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اطلاع ملتے ہی اپنے بچے کے لئے بیتاب

تشریف لے جاتے ہیں، بچہ جانکنی کے عالم میں تھا نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھوں میں اسے اٹھا لیتے ہیں، دل کانپ جاتا ہے، آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، نبی رحمت ﷺ سے رہا نہیں گیا بالآخر ابراہیم رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ اور تمام مسلمانوں کو داغ فرقت دے دیا، اس موقع پر آپ نے وہ جملہ استعمال فرمایا جو ہر اس ماں اور باپ کیلئے اُسوہ ہے جس کی اولاد اس کے سامنے اس دنیا سے چلی جائے، آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَ الْقَلْبِ یَحْزَنُ وَ لَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضَی رَبُّنَا۔

آنکھیں اشکبار ہیں دل غمگین ہے اور میں زبان سے اس کے علاوہ کوئی بات نہیں کہہ سکتا جس سے ہمارا رب راضی ہو، لیکن اتنا ضرور ہے وَ اِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ (صحیح البخاری: ۱۳۰۳، صحیح مسلم: ۶۰۲۵ بروایت انس)

''اے ابراہیم تمہاری جدائی کا ہمیں بڑا غم ہے''۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کے دل میں اولاد کی چاہت اور محبت اس قدر تھی تو عام انسان کے دلوں میں بھی اولاد کی محبت وطلب ضرور ہے اور ہونی چاہئے، اگر اس فطرت کو مادیت نے مسخ نہ کر دیا ہو تو ہر انسان اولاد کی خواہش وتمنا کرتا ہے بلکہ تعجب ہوگا کہ ہمارے مشرقی علاقے میں ابھی شادی ہوئے دو یا تین سال بھی نہیں گذرتے اور اگر کوئی اولاد نہیں ہوئی تو عورتیں پریشان ہو جاتی ہیں اس کے علاج کے بارے سوچنے لگتی ہیں، مولانا صاحب سے دعا کرانے کے لئے دوڑنے لگتی ہیں خاص طور سے ماں یعنی ساس سب سے زیادہ پریشان ہوتی ہے اور اسے بڑی فکر ہوتی ہے کہ ہماری بیٹی کی گود ہری کیوں نہیں ہو رہی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے فطرت کے اندر یہ بات رکھی ہے کہ اسے کوئی اولاد ہو، اگرچہ اسے پریشانی ہوتی ہے، تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، الجھن و بے چینی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اولاد دنیا کی زینت ہے

حضرات! اولاد دنیا کی وہ بڑی اہم زینت ہے جس کے حصول کے لئے انسان اپنا سارا کچھ قربان کر دیتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں ایک چہکتی ہوئی چڑیا ضرور ہو، ایک گرتا پڑتا بچہ موجود ہو۔ چاہے مٹی میں لپٹا رہے، تتلی آواز میں بات کرتا رہے گندگی لگی رہے کچھ بھی ہو لیکن اس کی طرف انسان کی چاہت ضرور ہوا کرتی ہے اور اس کا اندازہ اس سے بھی لگائیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو اپنا دو پھول قرار دیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الکہف:۴۶) مال واولاد دنیاوی زندگانی کی زینت ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسنین رضی اللہ عنہ سے متعلق فرمایا۔

''هُمَا رَيْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنيَا'' (صحیح بخاری ۳۷۵۳) یہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ پھول اگرچہ کانٹے میں ہی کیوں نہ ہو لیکن پھول انسان کو اچھا لگتا ہے، پھول کو جس طرح سے انسان بڑی حفاظت سے رکھتا ہے اسے مسلتا نہیں ہے، ایسے ہی انسان بچے کی بڑی حفاظت کرتا ہے اسے مارتا اور نچوڑتا نہیں ہے، جس طریقے سے پھول کو انسان سونگھتا ہے ایسے ہی بچے کو انسان اپنے سینے سے لگاتا، اسے سونگھتا چومتا اور پیار کرتا ہے، بلکہ عجیب کیفیت ہے کہ بسا اوقات بچے گالی بھی دیتے ہیں پھر بھی انسان اس سے ہنستا اور خوش ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ بات ہمیں سمجھ لینی چاہئے کہ ہمارے ماحول میں بلکہ زمانۂ جاہلیت میں بھی اگر کسی کے گھر اولاد نہ ہوتی تھی تو اسے بڑی منحوس عورت سمجھا جاتا تھا بلکہ اب تو یہاں تک بات پہنچ چکی ہے کہ مائیں اپنے بیٹے سے کہتی ہیں کہ اسے طلاق دے دو۔ اسی طرح اگر شادی کے بعد لڑکی پیدا ہوئی تو ماں

کہتی ہے اسے طلاق دے دو، یہ منحوس عورت ہے اور اگر کہیں ایسی عورت ہے کہ اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور انتقال کر گیا، دوسرا بچہ پیدا ہوا اور انتقال کر گیا، تیسرا بچہ پیدا ہوا اور وفات پا گیا تب تو لوگ سمجھتے تھے کہ اس سے منحوس عورت اور کوئی نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ حقیقت ہے؟ شرعی نقطۂ نظر سے کیا یہ تصور صحیح ہے؟

حضرات! یہ تصور بالکل غلط ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح مسلم میں ہے، نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الادب المفرد'' کے اندر نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں الرقوب یعنی دُم بریدہ ''جس کے آگے پیچھے کوئی نہ ہو'' کون شخص ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم رقوب اس شخص کو سمجھتے ہیں جس کی کوئی اولاد زندہ نہ رہتی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَيْسَ ذَاكَ بِالرَّقُوْبِ وَلٰكِنَّهُ الرَّجُلُ الَّذِىْ لَمْ يُقَدِّمْ مِنْ وَلَدِهٖ شَيْئًا۔ (صحیح مسلم: ۶۶۴۱، الادب المفرد ۱۵۴) میری امت کا رقوب وہ شخص نہیں بلکہ میری امت کا رقوب وہ شخص ہے کہ جس کی زندگی میں اس کی کوئی اولاد بچپن میں فوت نہ ہوئی ہے۔ لہٰذا واضح رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے نفع ونقصان کا معیار جو رکھا ہے وہ دنیا کے معیار سے قطعاً مختلف ہے، مثال کے طور پر ایک شخص ہے، اس کا اکلوتا بیٹا ہے، پڑھ لکھ کر جوان ہوتا ہے اور اسے نوکری بھی مل جاتی ہے، پھر اچانک اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو سارے لوگ کہیں گے کہ باپ کی قسمت پھوٹ گئی، حالانکہ میں کہتا ہوں کہ باپ کی قسمت جاگ گئی اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ بخٍ بخٍ لخمس ما اثقلهن فى الميزان''۔ کیا ہی خوب ہیں یہ پانچ چیزیں جو قیامت کے دن میزان (ترازو) میں کتنی وزنی اور بھاری ہوں گی وہ پانچ چیزیں کیا ہیں؟ سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر، اور پانچویں چیز کیا ہے؟ الولد الصالح يتوفى فيحتسبه والده۔

(مسند احمد ۳/ ۴۴۳، صحیح ابن حبان: ۸۲۰ بروایت ابوسلمیٰ)

کسی کی نیک اولاد انتقال کر جائے اور اس پر وہ صبر واحتساب سے کام لے لے، یہ بھی قیامت کے دن ترازو پر بڑی بھاری چیز ہوگی۔

معلوم یہ ہوا کہ شریعت کا جو معیار نفع ونقصان کا، سعادت مندی اور بدبختی کا ہے وہ دنیا کے معیار سے قطعاً مختلف ہے لہٰذا ایک مسلمان کو شریعت کا معیار دیکھنا چاہئے۔

اولاد دنیا وآخرت کے تباہی یا سعادت کا سبب ہے

لیکن یہی اولاد دنیا وآخرت میں ہمارے لئے سعادتمندی کا سبب بھی بنتی ہے اور بدبختی کا بھی سبب، کتنے ایسے باپ ہیں جو یہ تمنا کرتے ہیں کہ کاش ان کا بیٹا بچپن میں ہی مر گیا ہوتا، کتنے ہی ایسے بوڑھے ماں باپ ہیں جو یہ سوچتے ہونگے کاش کہ مجھے معلوم رہا ہوتا تو بچپن میں ہی اس کا گلا گھونٹ دیا ہوتا تا کہ آج مجھے یہ برے دن نہ دیکھنے پڑتے۔ اس طرح یہ بچے صرف دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہمارے اور آپ کے لئے عذاب ورسوائی کا سبب بن سکتے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس چیز کو بڑے واضح طور پر بیان فرمایا اور ہمیں اور آپ کو متنبہ کیا ہے وہ سورۃ جس کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں عمومی طور پر پڑھا کرتے تھے، اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَاتُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون:۹) اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں جس نے ایسا کیا تو حقیقی خسارے اور گھاٹے والے لوگ یہی ہیں۔ اس طرح اس کے فوراً بعد والی سورۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ (التغابن:۱۴) اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور تمہارے بعض بچے تمہارے دشمن ہیں تم ان سے بچتے رہو۔

تم اگرچہ ان کو دوست سمجھ رہے ہو، ان کو اپنا محسن و مددگار سمجھ رہے ہو۔ وہ حرام کماتا ہے اور آپ کو حرام کھلاتا ہے لیکن نماز نہیں پڑھتا تو آپ اس سے خوش ہیں لیکن پیسہ کما کر نہیں دیتا تو آپ اس سے ناراض ہیں، آپ اگرچہ اپنا محسن سمجھ رہے ہیں لیکن وہ آپ کا دشمن ہے، فَاحْذَرُوهُمْ، تم ان سے بچتے رہو۔ وہ کس طرح دشمن ہیں؟ اگر اس آیت کا سبب نزول معلوم ہو جائے تو حقیقت بہت کھل کر سامنے آجائے گی اور بہت سے لوگوں کی آنکھوں پر جو پردہ پڑا ہوا ہے یا سفید چشمے کے بجائے کالا چشمہ لگا ہوا ہے انہیں معلوم ہو جائے گا۔ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں بسند صحیح نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت مذکور کی تفسیر پوچھی کیونکہ اسے تعجب ہوا کہ ہماری بعض بیویاں اور ہماری بعض اولاد ہمارے لئے دشمن کیسے بنیں گی۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

کہا اس لئے کہ مکہ میں کچھ لوگ مسلمان تو ہو گئے تھے لیکن جب ہجرت کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ آنا چاہے تو ان کی بیوی بچوں نے انہیں ہجرت سے روک دیا، گویا ان کی بیوی رونے لگی کہ ہمیں کہاں چھوڑ کر کے جاؤ گے۔ بچے رونے لگے کہ ہم ابھی چھوٹے ہیں ہمیں کس کے حوالے کرو گے۔ ارے بھائی توحید پر تو قائم رہنا ہے یہیں پر رہ کر قائم رہو، دیکھو فلاں نے ہجرت نہیں کی فلاں نے بھی ہجرت نہیں کی۔ آج بھی حرام کمائی کے چھوڑنے میں بیوی بچے رکاوٹ بنتے ہیں۔ ہم بغیر کھائے پیے مر جائیں گے، علاج کا مسئلہ ہے، پڑھائی کا مسئلہ ہے، نوکری نہ چھوڑیئے۔ حرام کمائی ہے تو کیا ہوا نہ چھوڑیئے۔ ساری دنیا ایسا کام کر رہی ہے۔ لہٰذا ان لوگوں نے ہجرت نہیں کی لیکن جب بعد میں مدینہ منورہ آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ فلاں آدمی جو میرا ساتھی تھا مجھ سے ذہین نہ تھا، فلاں جو ہمارے ساتھ بیٹھتا تھا ہم سے تیز نہیں تھا، فلاں جو ہمارے مقابلے میں بیٹھتا تھا وہ کبھی آگے نہیں تھا۔ آج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کا زیادہ مقام ہو گیا ہے، اس نے زیادہ دینی تعلیم حاصل کر لی ہے، اس پر بڑے غصہ ہوئے اور گھر جا کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بیوی بچوں کی پٹائی شروع کر دی۔ بیوی

بچوں سے بدلہ لینا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت اس آیت کا نزول فرمایا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں، پس ان سے ہوشیار رہنا اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ (التغابن: ۱۴)

اب مارنے سے کوئی فائدہ نہیں، اب وہ چیز واپس نہیں آئے گی۔ لہٰذا اب مارنے سے کوئی فائدہ نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قرب غصے سے نہیں حاصل ہوگا، اللہ سے معافی مانگو وہ عفو درگذر کرنے والا ہے۔

وہ صحابہ جو پہلے اسلام لائے اور ہجرت کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کا مقام بلند تھا ایک بار کا واقعہ ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس مجلس میں موجود ہیں وہ صحابی جو پہلے اسلام لائے ہوئے تھے مجلس میں تشریف لاتے ہیں لیکن آگے جگہ نہیں ملتی ہے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ چیز اچھی نہیں لگی اس قسم کے بعض موقعہ پر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آیت نازل فرماتا ہے۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (المجادلہ:۱۱) اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کشادگی پیدا کرو تو تم جگہ کشادہ کر دو اللہ تمہیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دیگا اور اللہ تعالیٰ ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو خبردار ہے۔ جو لوگ پہلے ایمان لائے اور زیادہ علم رکھتے ہیں وہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کے زیادہ حقدار ہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ جس طرح اولاد ہمارے لئے باعث ضرر و نقصان بن سکتی ہے۔ اسی طرح

اولاد ہمارے لئے فائدہ مند بھی ہو سکتی ہے، ہمارے لئے سعادت اور خوشی کا سبب بھی بن سکتی ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ ابوحسان نامی تابعی جن کے دو بچوں کا لگاتار انتقال ہو جاتا ہے۔ ظاہر بات ہے یہ ایسا درد ہے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا ہے، اسے وہی شخص جانتا ہے جس کے اوپر یہ چیز پڑ چکی ہے، صبر کرو، یہ کہہ دینا آسان ہوتا ہے لیکن عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ حضرت ابوحسان رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے وفات پا گئے ہیں کیا آپ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سنائیں گے جس سے میرے دل کو کچھ تسلی ہو۔ ساتھیو! ''یہ ایمان کی نشانی ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:۲۸) اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان وسکون ملتا ہے، یہ ایمان کی نشانی ہے، اگر دلوں کو اللہ کے رسول کی حدیثوں کو سن کر اطمینان نہ ملے، قرآنی آیتوں کو پڑھ کر سکون نہ ملے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا دل بڑا سخت ہو گیا ہے اسے نرم کرنے کی ضرورت ہے، ہمارا دل بہت بگڑ گیا ہے جس کے علاج کی ضرورت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہاں میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ صِغَارُهُمْ دَعَامِيصُ الْجَنَّةِ يَتَلَقَّى اَحَدُهُمْ اَبَاهُ۔ اَوْ قَالَ اَبَوَيْهِ چھوٹے چھوٹے وفات شدہ بچے وہ جنت کے کیڑے ہیں۔

دعامیص کا مطلب: جو آدمی دریا کے کنارے رہتا ہو گا وہ دیکھتا ہو گا کہ دریا میں پانی کے اوپر کالے رنگ کے چھوٹے چھوٹے کیڑے تیرتے رہتے ہیں وہ جدھر دریا کا رُخ ہے ادھر بھی آسانی سے تیرتے ہیں اور اس کے مخالف سمت بھی آسانی سے تیرتے ہیں یعنی انہیں دریا میں آنے جانے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ہوتی۔ ان کیڑوں کو دعامیص کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی وہ بچے جو بچپن میں وفات پا گئے ہیں جنت میں ادھر اُدھر آنے جانے پر ان کے لئے کوئی ممانعت نہیں ہوتی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بچوں کو دعامیص الجنہ سے تشبیہ دی۔ جب حشر کے میدان میں لوگوں کے فیصلہ کا وقت ہو گا وہ بچے جنت

کے دروازے پر کھڑے ہوں گے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کا دامن پکڑلیں گے اور اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ انہیں جنت میں داخل نہیں کرلیں گے۔

(صحیح مسلم:۲۶۳۵، مسند احمد:۲/۵۱۰)

سنن ترمذی کی مشہور حدیث ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی انسان کے بچے کا انتقال ہوجاتا ہے اور فرشتے اس کی روح لے کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سوال کرتا ہے تم لوگوں نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کرلی؟ فرشتے کہتے ہیں ہاں۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھتا ہے تم نے اس کے دل کے ٹکڑے کو چھین لیا؟ فرشتے کہتے ہیں ہاں: پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ میرے بندے نے آخر کیا کہا؟ تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ اس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہر حال میں اللہ ہی کا شکر ہے بیٹا اللہ ہی کا دیا ہوا تھا۔ اور اس نے لے لیا۔ دیا تو اس کی رحمت تھی لے لیا تو اس کا عدل ہے۔ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف واپس جائیں گے۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا جنت میں ایک گھر بنادو اور اس گھر کا نام بیت الحمد رکھ دو۔ (سنن ترمذی:۱۰۱۷، صحیح ابن حبان:۲۹۲۹)

حضرات! یقیناً جنت میں ایک گھر کا مل جانا افضل ہے۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بچے دنیا وآخرت میں رحمت بھی بن سکتے ہیں اور زحمت بھی، لیکن کب؟ اب اصل موضوع پر آتے ہیں۔

اولاد کی تربیت والدین پر فرض ہے

ایسا کب ہوگا؟ جب بچوں کے جو حقوق ہم پر ہیں اسے ادا کریں گے تو یہ بچے ہمارے لئے رحمت ہوں گے اور بچے کے حقوق میں سے ایک اہم حق یہ ہے کہ بچوں کی صحیح تربیت کی جائے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم:٦) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوگا، اس پر ایسے فرشتے متعین ہیں جو بڑے سخت دل اور طاقتور ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی قطعاً نہیں کرتے ہیں، جس چیز کا حکم ہوتا ہے فوراً اس پر عمل کرتے ہیں۔

یہ آیت بچوں کی تربیت کے وجوب پر دال ہے کہ بچوں کی تربیت والدین پر واجب ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت علی بن ابی طالب حضرت قتادہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ جیسے تمام مفسرین چاہے صحابہ میں سے ہوں یا تابعین میں سے وہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے رک جاؤ اور اپنے بچوں کو اس کی تربیت دو۔ بچے اگر غلطی کرتے ہوں تو اس پر ان کو متنبہ کرو، ان کو مارو اگر اس طریقے سے کام انجام دیا تو گویا کہ آپ نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح وارد ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو خیر کی تعلیم دو۔ (مستدرک الحاکم: ۲/ ۵۳۶)

مفسر قران حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم پکڑو، ان کی نافرمانی کے کاموں سے بچو اور اہل وعیال کو قرآن اور ذکر کی تعلیم دو، انہیں اعمال کے سبب اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم سے بچائے گا۔ (تفسیر طبری)

حضرات! بچوں کی تربیت ہر شخص پر واجب ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نو چیزوں کی وصیت فرمائی۔ ''ظاہر بات ہے جس چیز کی وصیت کی جائے اس کی اہمیت ہوتی ہے'' نو چیزوں میں سے تین چیزیں اہل وعیال کی تربیت سے متعلق ہے یعنی اس حدیث کا 1/3 حصہ والدین کے اوپر اولاد کی

تربیت اور ان کے حقوق سے متعلق ہیں اس حدیث کا آخری حصہ آپ لوگوں کے سامنے رکھتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وانفق من طولک علی اھلک ولا ترفع عصاک عن اھلک واخفھم فی اللہ عزو جل (الادب المفرد ۱۸، مسند احمد: ۵/۲۲۸) کہ تم اپنے اہل وعیال اور اپنے بچوں پر اپنی وسعت اور حیثیت کے مطابق خرچ کرو۔ نہ بخالت سے کام لو اور نہ ہی فضول خرچی سے۔ بخالت سے کام لوگے تو وہ خود تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور فضول خرچی سے کام لوگے تو تمہیں ان کے لئے چوری کرنا اور دھوکا دینا پڑے گا۔ دوسری چیز یہ بیان فرمائی کہ چھڑی، لاٹھی ایسی جگہ پر لٹکائے رکھو جہاں پر بچوں کی نظر پڑے۔ تا کہ ان کے ذہن میں یہ بات رہے کہ کوئی غلطی ہوئی تو یہ ہماری پیٹھ پر پڑنے والی ہے اور تیسری چیز بیان فرمائی۔ وَ اَخِفْھُمْ فِی اللّٰہِ۔ ان کے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرو۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص پر اولاد کی تربیت واجب قرار دی ہے۔

اور یہ واجب اتنا اہم ہے کہ اس کے ترک کرنے والے کو منافق کہا گیا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَرْبَعٌ مَنْ کَانَ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً۔ (صحیح مسلم: ۲۱۰، صحیح بخاری: ۳۴)

جس شخص کے اندر چار صفات پائی گئیں وہ پکا منافق ہے۔ ان میں پہلی چیز یہ فرمائی کہ جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

حضرات! اولاد ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں، امانت صرف روپئے پیسوں کو جانتے ہیں جبکہ اولاد اللہ کی نعمت اور امانت ہے ان کی صحیح تربیت نہ کرنا۔ اللہ کی بتائی ہوئی صحیح تعلیم نہ دینا یہ سب سے بڑی خیانت ہے اسی لئے بخاری شریف میں حضرت معقل بن یسار کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مامن عبد یسترعیه اللہ رعیة، یموت یوم یموت وھو غاش لرعیته الا حرم اللہ علیه الجنة (بخاری: ۷۱۵۰، مسلم: ۳۶۳)

اللہ نے کسی کے ذمہ اگر کوئی چیز لگائی ہے اور اس میں اس کا حق نہیں ادا کرتا بلکہ خیانت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر جنت کو حرام قرار دیا ہے۔ اسے جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی۔

ہر والد کو یہ بات ذہن میں رکھنا چاہئے کہ بچوں کی تربیت وہ اہم ذمہ داری ہے جس سے متعلق قیامت کے دن جواب دہ ہونا پڑے گا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری میں دی گئی چیزوں سے متعلق سوال کرے گا حتی کہ آدمی سے اس کے اہل بیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ (صحیح ابن حبان: ۴۴۹۲، سنن النسائی الکبریٰ: ۵/۳۷۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں اتنا اضافہ ہے "فاعدوا لتلک المسائل جوابا" ان سوالوں کا جواب تیار کرلو، صحابہ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس کا جواب کیا ہے، آپ نے فرمایا: نیک اعمال۔ (فتح الباری ۱۳/۱۱۲، نقلا عن الطبرانی فی الاوسط)

اولاد کی تربیت

سوال یہ ہے کہ ہم اور آپ اپنے بچوں کی تربیت کیسے کریں؟ کن چیزوں پر کریں؟ اور تربیت کے بارے میں غلطیاں کہاں کہاں ہوتی ہیں؟ یہ تین باتیں ہیں جو آپ کے سامنے رکھی جاتی ہیں

تربیت کیسے ہو؟ پہلی چیز تربیت کیسے ہو۔ علماء تربیت اس بات پر متفق ہیں کہ تربیت کا پہلا زینہ بیوی کا انتخاب ہے اور بیوی کے لئے شوہر کا انتخاب ہے۔

شریک حیات کا انتخاب: جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے کہ عورت سے چار چیزوں کی بناء پر شادی کی جاتی ہے۔ (۱) مال کی وجہ سے (۲) خوبصورتی کی وجہ سے (۳) حسب و نسب کی وجہ (۴) اور دین کی وجہ سے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ دین دار عورت سے شادی کرو۔ (بخاری: ۵۰۹۰)

میں اپنے مشاہدے پیش کرتا چلوں تو ایک نہیں کتنی مثالیں پیش کرسکتا ہوں کہ اگر بیوی اچھی اور ہونہار تھی تو اس کے بچے خصوصاً بیٹیاں ہونہار نکلیں اور اگر بیوی نالائق ، فاسقہ اور فاجرہ تھی تو اس کی بیٹی بھی اسی لائن پر چل پڑی، ایسے ہی اگر شوہر نالائق نکلا ہے تو بیٹا بھی اس کی تقلید کرتا ہے۔لہٰذا مردوں پر اور لڑکیوں اور ان کے اولیاء پر بھی واجب ہے کہ شادی سے پہلے ان دو چیزوں کو ضرور دیکھیں، پہلی چیز مرد یہ دیکھیں کہ وہ عورت کیسی ہے نیک اور صالحہ ہے یا بد چلن ہے، اس کی اصلاح ہوسکتی ہے کہ نہیں اور دوسری چیز لڑکی اور اس کے اولیا یہ دیکھیں کہ لڑکا نیک اور صالح ہے یا بد بخت و نالائق ہے، صرف یہی نہیں کہ نوکری دیکھ لیا پیسہ دیکھ لیا۔

حضرات! آج ہمارا معاشرہ اتنا بگڑ چکا ہے کہ اگر کوئی لڑکی کسی مرد سے چھپ کر بات کرتی دیکھ لی جائے یا پکڑ لی جائے تو اس کے اوپر نشان لگ جاتا ہے، اس سے کوئی شادی کرنا نہیں چاہتا، لیکن لڑکا چاہے جتنی لڑکیوں سے نظر ملاتا پھرتا رہے، اسے کوئی برا تصور نہیں کرتا، جبکہ یہ کام جتنا بڑا گناہ لڑکی کے لئے ہے اتنا ہی بڑا گناہ لڑکے کے لئے بھی ہے، ہمارا معاشرہ ایک کیلئے تو برا سمجھتا ہے اور دوسرے کے لئے نہیں، بلکہ نالائقیاں زیادہ لڑکے کی طرف سے ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ عموی طور پر لڑکیاں شرمیلی ہوا کرتی ہیں انہیں جذبات میں لڑکے ہی لاتے ہیں بلکہ وہ اچھے اچھے طریقے جانتے ہیں کہ لڑکیوں کو کیسے پھنسایا جائے ،نعوذ باللہ، موبائل کے ذریعہ میسیج بھیج کر، ایس ایم ایس کر کے نعوذ باللہ۔ واللہ ایسے لوگ تو سولی پر لٹکائے جانے کے مستحق ہیں، جو معاشرہ کو برباد کررہے ہیں، عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیوں اور ان کے ولی سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا:

اِذَا خطب الیکم مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَ دِيْنَهُ اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیغام لائے جو اپنے اخلاق کے لحاظ سے عمدہ ہو اور دین کے لحاظ سے پسندیدہ ہو تو فَزَوِّجُوْهُ اس سے شادی کردو، اگر ایسا نہ کیا بلکہ تم نے مال دیکھا، اچھی نوکری دیکھی، اعلیٰ خاندان دیکھا، اپنی پسند اور چوائز دیکھی تو اس کا نتیجہ کیا

ہوگا؟ اِلَّا تَفعَلُوا تَکُنْ فِتنَۃٌفِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌعَرِیضٌ (ترمذی ۱۰۸۴) اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ وفساد پیدا ہوگا، لہٰذا اپنی اولاد کے لئے بہترین جوڑے کا انتخاب ہونا چاہئے۔

نیک ذریت کے لئے دعا:

دوسری چیز یہ کہ نیک اور صالح اولاد کے لئے دعا کرنی چاہئے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں ان کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے، ان کی کئی بہنیں تھیں اپنی بہنوں کی تربیت کے لئے انہوں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کرلی، ایک بار ان کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی تو آپ نے کہا جابر! (رضی اللہ عنہ) تم نے شادی نہیں کی؟ جواب دیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے شادی کرلی ہے، آپ نے کہا کس سے کی ہے بیوہ سے یا دوشیزہ سے؟ کہا بیوہ عورت سے، آپ نے کہا کسی دوشیرہ سے کیوں نہ کی، اس حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الکیس الکیس۔ (بخاری:۵۲۴۵) سمجھ سے کام لو سمجھ سے کام لو۔

بعض شارح حدیث نے لکھا ہے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد تھا کہ دیکھو نیک اور صالح ذریت کا قصد وارادہ رکھو، لہٰذا شادی کے بعد ہی سے انسان کو دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک ذریت عطا فرمائے، یہ نقطہ عام طور پر لوگوں نے بھلا دیا ہے، حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (الصافات:۱۰۰) اے اللہ مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ہے رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً (ال عمران:۳۸) اے اللہ! تو اپنے پاس سے پاک اور نیک ذریت عطا فرما۔

مقصد یہ کہ ہر جوڑے کو وہ دعائیں کرنی چاہئے جو انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہیں۔

جماع کے وقت کی دعا:

اسی طرح سے میاں بیوی کے ملاپ کے وقت کی بھی دعا نہیں بھولنی چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر تمہارا کوئی آدمی اپنی بیوی کے پاس جائے (ہمبستری کا ارادہ کرے) تو یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا۔ (شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ ہم کو شیطان سے دور کردے اور اس صحبت کے نتیجے میں جو اولاد ہمیں عطا کرے اسے بھی شیطان سے دور رکھ) پھر اگر میاں بیوی کو کوئی اولاد ملی تو شیطان اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

(صحیح البخاری ۳۲۷۱ بدء الخلق، صحیح مسلم ۱۴۳۴ النکاح، بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

اس سلسلے میں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ استقبال مولود کے جو آداب ہیں ان کا ملحوظ رکھنا بھی بچوں کی تربیت میں بہت بڑا رول ادا کرتا ہے، جیسے اچھا نام رکھنا، عقیقہ کرنا، ولادت کے بعد کان میں اذان وغیرہ کہنا۔

اولاد کے لئے دعا:

بچوں کی پیدائش کے بعد ان کی اصلاح کے لئے یہ نقطہ بڑا اہم ہے آج بہت سے لوگ جو اونچے اور چوٹی کے مقام پر پہنچے ہیں بچپن ہی سے ان کے بڑے بننے میں ان کے پیچھے ان کے والدین کی دعا ضرور رہی ہے، لہٰذا بچے کی پیدائش یا حمل ٹھہرنے کے بعد ہی سے والدین کو دعا کرنی چاہئے، کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک وصالح اولاد عطا فرما، ہماری اولاد کو برائی بے حیائی اور شرک سے محفوظ فرما اور توحید پر اسے قائم رکھ، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سلسلے میں بہت سی دعائیں بتلائی ہیں، خصوصی طور پر جو لوگ چالیس سال کے ہوگئے ہیں، وہ دعا کرنا نہ بھولیں، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الاحقاف:۱۵) یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے

والدین پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد کو بھی نیک اور صالح بنا، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اولاد کے لئے دعا بہت اہم چیز ہے اور اولاد کے لئے بددعا بہت بری چیز ہے، اے باپ تو اس سے کہاں غافل ہے؟ جس کی لڑکی باغی ہوگئی ہے جس کا لڑکا باغی ہوگیا ہے جس کا لڑکا اس کی بات نہیں مانتا، لڑکی نماز نہیں پڑھتی، جو خود تو ہدایت کے راستے پر آیا لیکن بیٹے اور بیٹیاں گمراہ ہیں تو ایسے لوگوں کو چاہئے کہ راتوں کو اٹھ کر اللہ سے ان کے لئے دعا کریں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کہ تین قسم کے ایسے لوگ ہیں جن کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا، اس میں ایک والدین کی دعا اولاد کیلئے ہے۔ ثَلَاثُ دَعْوَاتٌ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَکَّ فِیهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ۔ (ابن ماجہ کتاب الدعوات باب دعوۃ الوالد ودعوۃ المظلوم رقم ۳۸۶۲ ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی دعوۃ الوالدین رقم الحدیث ۱۹۰۵، ادب المفرد باب دعوۃ الوالدین رقم الحدیث ۳۲) لہٰذا والدین کو اپنی اولاد کے حق میں دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔

حلال روزی کا اہتمام:

تیسری چیز جو اولاد کی تربیت کے بارے میں بہت اہم ہے وہ حلال روزی ہے: اب تو علم جدید سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ انسان جس چیز کو کھاتا نہیں بلکہ صرف دیکھتا ہے تو بھی اس کا اثر جنین اور حمل پر پڑتا ہے چہ جائے کہ انسان اسے کھائے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ انسان کے خود اپنے جسم کا اثر اس کے نطفے پر پڑتا ہے، بسا اوقات باپ اپاہج ہوتا ہے تو اس کی اولاد پر اس کا اثر ہوتا ہے، پھر جب ایسی عام چیزوں کا اثر جنین پر پڑتا ہے، تو کھانے کا اثر کیوں نہیں ہوگا، روزی کا اثر اپنی زندگی اور بچوں پر بہت پڑتا ہے، اسی لئے اسلام نے پاک روزی کے اہتمام کا خصوصی حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ: ۱۷۲) اے ایمان والو! پاک روزی کھاؤ جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے۔

بلکہ یہ ایسا حکم ہے جو اللہ کے مقرب ترین بندوں رسولوں اور نبیوں کو بھی ہے:

يَآيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المومنون:۵۱) اے رسولو! حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

اس آیت میں حلال روزی اور عمل صالح کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک دوسرے کے معاون ہیں، یعنی اکل حلال سے عمل صالح کی توفیق اور عمل صالح سے اکل حلال کی توفیق ملتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: انه لا یدخل الجنة لحم او دم نبتا علی سحت النار اولی به۔ (صحیح ابن حبان: ۱۵۴۱) وہ گوشت اور خون جنت میں نہیں جائے گا جو حرام سے پلا ہو گا اس کے لئے آگ ہی مناسب ہے۔

حضرات! ہمارے سلف کا طریقہ یہی رہا ہے، بعض تابعین کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ گھر سے نکلتے تھے تو ان کی بیوی ان سے کہا کرتی تھی کہ دیکھو تم ہمارے نگراں اور ذمہ دار ہو کوئی ایسی روزی نہ لے کر آنا کہ اس کے اندر کوئی شبہ ہو کیونکہ ہم دنیا کی بھوک تو برداشت کر لیں گے لیکن جہنم کی آگ برداشت نہ کر سکیں گے۔ اس طرح حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچنے کی فکر عورتوں کو بھی دامن گیر ہوتی تھی کیونکہ اکل حلال سے عمل صالح کی توفیق ملتی ہے اس لئے ہر مسلمان کو حلال روزی کی فکر کرنی چاہئے۔

تربیت کن چیزوں پر کی جائے؟

یہ بڑا اہم نکتہ ہے اور لوگ اس سلسلے میں بڑے کوتاہ نظر آتے ہیں۔ ساتھیو! دین صرف عبادت کا نام نہیں ہے دین میں عقائد بھی ہیں، عبادات بھی ہیں، اخلاق و معاملات بھی ہیں۔ لہٰذا بچوں کی تربیت ان چاروں چیزوں پر ہونی چاہئے۔

قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ کو اگر دیکھا جائے تو تربیت و اصلاح کے سلسلے میں یہ چیز

واضح نظر آئے گی کہ دین صرف عبادات کے مجموعے کا نام نہیں ہے بلکہ عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات کے ایک بہترین مجموعے کا نام دین ہے، چنانچہ قرآن مجید میں عبادالرحمن کی صفات کا جہاں بیان ہوا ہے ان پر عقائد، عبادات و معاملات اور اخلاق تمام چیزوں کو جگہ دی گئی ہے، بطور شاہد سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات اور سورۃ الفرقان کا آخری رکوع دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت لقمان حکیم نے اپنے لخت جگر کو جو قیمتی نصیحتیں کی ہیں ان میں بھی یہ تمام چیزیں شامل ہیں۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ (لقمان: ۱۳)

غور کریں کہ لقمان حکیم نے جہان اپنے بیٹے کو توحید اور نماز جیسی اہم باتوں کی وصیت کی، وہیں صبر، آداب گفتگو اور چلنے پھرنے کے آداب کی بھی وصیت کی۔

عقائد پر بھی تربیت ہونی چاہئے:

اگر انبیاء علیہم السلام کی سیرت پڑھو تو معلوم ہوگا کہ عقائد کے اوپر انبیاء کرام نے اپنے بچوں کو تربیت کی خصوصی توجہ دی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کی طرح تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لے پالک یعنی منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طواف کر رہا تھا، زمزم کے کنوئیں کے پاس کافروں نے ایک بت رکھا تھا جب کافر بیت اللہ کا طواف کرتے تو جس طرح رکن یمانی اور حجر اسود کو ہاتھ لگاتے اور چومتے اسی طرح اس بت کو بھی ہاتھ لگاتے اور چومتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طواف کر رہا تھا تو میں نے بھی اس بت کو چھولیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ اسے نہ چھوؤ، اپنے دل میں سوچا کہ دوبارہ چھوتے ہیں دیکھتے ہیں کہ آپ کیا کہتے ہیں پھر جب دوبارہ چکر لگایا تو میں نے پھر اسے چھولیا تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصے سے میری طرف دیکھا اور کہا کہ ہم نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا ہے؟ (مسند ابویعلی ۱۲، صفحہ ۱۷۳، مستدرک الحاکم: ۳، ص: ۲۱۶)

امام بخاری رحمۃ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''ادب المفرد'' میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ جب نوح علیہ السلام کے انتقال کا وقت ہوا تو اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا اے میرے بیٹے میں تجھے دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ پہلی چیز جس کا حکم دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اہتمام کرنا اور جس سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور کبر ہے۔

(مسند احمد: ۱۶۹/۴، الادب المفرد: ۰۵۸۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیدے پر بچوں کی تربیت پر کس قدر زیادہ توجہ دیتے تھے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے بھی ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یا غلام انی اعلمک کلمات احفظ اللہ یحفظک، احفظ اللہ تجدہ تجاھلک، اذا سالت فاسال اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ و اعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتبہ اللہ لک و ان اجتمعوا علی ان یضروک بشئی لم یضروک الا بشی قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام و جفت الصحف۔ (سنن الترمذی ۲۵۱۶، مسند احمد: ۲۹۳/۱) اے لڑکے میں تجھے چند اہم باتیں بتلاتا ہوں تو اللہ کی حفاظت کر (احکام الٰہی کی پابندی کر) اللہ تیری حفاظت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ، اللہ تعالیٰ کو تو اپنے سامنے پائے گا (یعنی وہ تیری مدد کے لئے ہمیشہ حاضر رہے گا) جب تو کوئی چیز مانگے تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگ جب تو مدد چاہے تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد چاہ اور یہ بات یاد رکھ کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے (تجھے کچھ دینا چاہے) تو اس سے زیادہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیری قسمت میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ تجھے اکٹھا ہو کر کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جتنا اللہ تعالیٰ نے تیری قسمت میں لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔

ذرا غور کریں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عزیز عبداللہ بن عباس کی عقیدۂ توحید وعقیدۂ تقدیر میں تربیت پر کتنا زور دیا ہے، کاش کہ آج کے والدین اساتذہ اور مربین حضرات ان باتوں پر اپنے زیر تربیت بچوں کی تربیت کرتے۔ اگر ہم سلف کی طرف نظر کرتے ہیں تو مشاہدہ کریں گے کہ وہ لوگ اپنے بچوں کی تربیت عقیدہ توحید وایمانیات پر کس اہتمام سے کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ جب مسلمان ہوئیں تو مجھ سے کہتیں بیٹا کہو لا الہ الا اللہ کہو اشھد ان محمدرسول اللہ میں ان کے ساتھ ان کلمات کو دہراتا تو میرے والد مسلمان نہیں ہوئے تھے کہتے: تو تو خراب ہو ہی گئی ہے لیکن میرے بیٹے کو برباد نہ کر، اس پر میری ماں جواب دیتیں میں اسے خراب نہیں کر رہی بلکہ اس کی اصلاح کر رہی ہوں۔

(طبقات ابن سعد ۸/ ۴۲۵، سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۳۰۵)

مشہور تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمارے زمانے میں لوگ اسے مستحب سمجھتے تھے کہ بچہ جب بولنے لگے تو سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کا ورد سات بار کرایا جائے تاکہ سب سے پہلی بات جو بچہ بولے وہ کلمۂ توحید ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۹۷۷، ۴/ ۲۲۴)

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تربیت کے بارے میں عقیدے پر تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے، توحید وشرک کے مسائل بتلائے جائیں اور بچوں کے دل میں اللہ کا خوف بٹھایا جائے اللہ کی معرفت کرائی جائے۔ اگر بچپن سے بچوں کے دل میں اللہ کی اہمیت وعظمت بیٹھ گئی تو الا ماشاء اللہ ورنہ دنیا کی کوئی طاقت اسے گمراہ نہیں کرسکتی۔ ابھی ماضی قریب میں اردن میں ایک واقعہ پیش آیا۔ مغربی تہذیب سے متاثرہ اسکول کی ایک ٹیچر نے بچیوں کو حکم دیا کہ اسکول ڈریس کے طور پر مینی اسکرٹ پہن کر آیا کریں ان میں سے ایک بچی اپنی ماں سے جا کر کہتی ہے امی جان مینی اسکرٹ چاہئے لیکن ماں کہتی ہے بیٹی اللہ تعالیٰ نے یہ لباس جائز قرار نہیں دیا ہے۔ بتلاؤ تم اللہ قادر مطلق اور منعم حقیقی کی بات مانوگی

یا ایک مجبور انسان کی؟ لڑکی نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کی۔ بیٹی دوبارہ اسکول میں وہی عام لباس جو ٹخنے تک ہوتا ہے۔ پہن کر جاتی ہے ٹیچر ناراض ہوتی ہے اور کہتی ہے تم نے یہ کیا کیا، ہم نے اس لباس سے منع نہیں کیا تھا؟ بچی خاموش رہ گئی، نو دس سال کی بچی ویسے ہی ڈر جاتی ہے ٹیچر نے دھمکی دیتے ہوئے کہا کل ضرور پہن کر آنا۔ شام کو بچی ماں کے پاس آتی ہے اور روتے ہوئے ماجرہ سناتی ہے منی اسکرٹ کا مطالبہ کرتی ہے۔ ماں نے پھر کہا لیکن بیٹی! اللہ تعالیٰ نے اس کو جائز نہیں قرار دیا ہے۔ اس لئے یہی لباس پہن کر جاؤ۔ بچی دوسرے دن بھی وہی عام لباس میں اسکول چلی گئی۔ ٹیچر ناراض ہوئی اور کہا اگر کل یہ کپڑا پہن کر آئی تو تجھے سزا دوں گی۔ بچی پھر گھر آئی اور ماں کے پاس رونے لگی'' ساتھیو! ہمارے یہاں بہت سے لوگ کیا کریں گے؟ کہیں گے کیا کیا جائے۔ بچوں کو تو پڑھانا ہے لہٰذا ایسا تو کرنا ہی پڑے گا۔ آج ہمارے بچے گمراہ اسی لئے ہو رہے ہیں کہ ان کے یہاں ولاء اور براء کا معاملہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ دوستی کس سے کرنی چاہئے اور دشمنی کس سے ہونی چاہئے۔ قریب کس کے رہنا چاہئے، دوری کس سے اختیار کرنی چاہئے؟ اس کا نتیجہ ہے۔ کہ آج جنوب کے علاقے میں بہت سی مسلمان لڑکیاں غیر مسلموں کے ساتھ نکل جا رہی ہیں، عقیدے کو ان کے دل کے اندر راسخ نہیں کیا گیا۔ بچپن ہی سے ان کو عقیدے کی تعلیم نہیں دی گئی، انہیں یہ نہیں سکھایا گیا کہ جو تیرے اللہ کا باغی ہوگا وہ تیرا دوست کیسے بن سکتا۔؟

حاصل کلام یہ کہ وہ بچی گھر جاتی ہے، ماں کے پاس روتی ہے اور ڈریس کا مطالبہ کرتی ہے تو ماں پھر کہتی ہے بیٹی لیکن اللہ نے اس لباس کو جائز نہیں قرار دیا ہے۔ بچی تیسرے دن بھی اسی عام لباس میں اسکول آتی ہے پی ٹی (PT) کے دوران ہی ٹیچر نے چھڑی لے کر اس کو باہر نکال دیا اور مارنے کے لئے چھڑی اٹھائی اور کہا میں نے تجھے منع نہیں کیا تھا؟۔ اس مشکل وقت پر اللہ تعالیٰ نے اس بچی کی زبان پر ایک ایسا جملہ جاری کر دیا جس نے اس ٹیچر کے وجود کو ہلا کر رکھ دیا۔ بچی نے حسرت بھرے لہجے میں کہا کہ پتہ نہیں میں کس کی بات مانوں! آپ کی مانوں کہ اس کی بات مانوں۔ ٹیچر نے کہا کون ہے وہ

جس کی بات ماننے کی بات کررہی ہے۔ وہ کہتی ہے: اللہ! یہ کہنا تھا کہ ٹیچر چونکہ مسلمان تھی اس کے ہاتھ سے چھڑی گرگئی فوراً روتی ہوئی آفس میں آتی ہے اور بچی کی ماں کے پاس فون کرتی ہے اور کہتی ہے کہ آج تیری بچی نے مجھے وہ نصیحت کی کہ آج تک کسی نے وہ نصیحت نہیں کی ہے۔ (ذات عبرللاشقر)

حضرات! یہ چیز کیوں پیدا ہوئی؟ اس لئے کہ بچی کے دل میں بھائی کی نہیں، شوہر کی نہیں، باپ کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت بٹھائی گئی تھی اور وَاَخِفْهُمْ فِي اللهِ پر تربیت ہوئی تھی۔

اپنے یہاں ہم بچپن ہی میں جو اس قسم کے جھوٹے قصے سنتے آئے ہیں اس کا مقصد یہی ہے کہ بچوں کے دل میں اللہ کی عظمت بٹھائی جائے، بچپن میں ہم لوگ ایک قصہ سنتے تھے کہ ایک دن ایک استاذ نے بچوں کو ایک ایک سیب دیا اور کہا کہ جاکر اسے ایسی جگہ کھانا جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ سب بچے سیب لیکر اپنے اپنے گھر گئے، کسی نے ایک تاریک کوٹھری میں چھپ کر سیب کھایا، جہاں اسے کسی نے نہیں دیکھا، کوئی میدان میں باہر نکل گیا اور جنگلوں میں چھپ کر کھایا جہاں اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ جب دوسرے دن صبح سارے بچے اسکول آتے ہیں تو تمام بچوں کے ہاتھ میں سیب نہیں ہے صرف ایک بچے کے ہاتھ میں سیب ہوتا ہے۔

استاذ نے پوچھنا شروع کیا ہاں بیٹا تم نے سیب کہاں کھایا؟ کہا ہم نے گھر میں دیکھا کوئی نہیں ہے، امی کے کمرہ میں چارپائی کے نیچے چپکے چپکے کھا کر نکل آیا، استاذ نے کہا ماشاء اللہ بہت اچھا کیا۔ دوسرے سے پوچھا بیٹا تم نے کہاں کھایا، اس نے کہا میں نے دیکھا گھر میں موقع نہیں مل رہا ہے، تو چھپ چھپا کر باہر لے گیا اور جنگل میں کھایا، اسی طریقے سے سب نے اپنا اپنا کارنامہ بتلایا، پھر اس بچے کی باری آئی جس کے ہاتھ میں سیب تھا، استاذ نے اس سے پوچھا بیٹا تم نے سیب کیوں نہیں کھایا؟ کہا استاذ سلامت! میں جہاں کہیں بھی جا کر چھپنا چاہا، میں نے سوچا یہاں کوئی انسان تو نہیں دیکھ رہا لیکن اللہ تو ضرور دیکھ رہا ہے مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں پر اللہ نہ دیکھ رہا ہو۔

یہ قصہ حقیقت میں جھوٹا ہے لیکن ہمارے بزرگ بچوں کے دلوں میں اللہ کا خوف بٹھانے کے لئے اس قسم کے قصے بیان کرتے تھے، لیکن آج ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے، فلاں نے کتنا وکٹ لیا، فلاں فلم میں فلاں ہیرو نے کیا خوب رول ادا کیا ہے اور یہی خبریں باقاعدہ گھروں میں ٹی وی، ٹیلی ویژن پر دن رات دکھائی جاتی ہیں۔

عبادات کی تربیت:

دوسری چیز جس پر بچوں کی تربیت ہونی چاہئے وہ عبادات ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے اس پر بھی خصوصی توجہ فرمائی، خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ: ۱۳۲) اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جمے رہو۔

نیز سنن ابوداؤد کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہوجائیں، نماز کا حکم دو اور جب دس (۱۰) سال کے ہوجائیں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کو سزا دو، مارو۔ (ابوداؤد: ۴۹۵)

اب آپ لوگ خود سوچیں اگر بالغ ہو جائیں اور نہ پڑھیں تو کیا کیا جائے؟ مارنے کے بعد قتل کی باری ہے، لیکن قتل تو نہیں کر سکتے، البتہ ایسے بے نمازی بچوں کو گھر میں رکھنا جائز نہیں جو بالغ ہو گئے ہوں اور نماز نہیں پڑھتے ہوں وہ باپ اور ماں گنہگار ہو رہے ہیں جن کے بچے اور بچیاں بالغ ہوں اور انہیں نماز کی تعلیم نہیں دے رہے ہیں، محبت میں یا ڈر سے انہیں کچھ نہیں کہہ رہے ہیں۔ یقیناً یہی بچہ قیامت کے دن ان کی گردن پر لد کر کے آئے گا اور کہے گا اے اللہ اس نالائق باپ نے میرے ساتھ خیانت کی، اس ماں نے میرے ساتھ خیانت کی ہے۔

حضرات! بے نمازی کے متعلق ائمہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بے نمازی کو معاشرے پر چلتا پھرتا، آزاد نہیں چھوڑا جائے گا اسے جیل میں ڈالا جائے اور توبہ کرائی جائے اگر توبہ کر لیتا ہے تو ٹھیک ورنہ جیل میں

ہی مرتے دم تک رکھا جائے۔ نہیں تو پھر اسے قتل کر دیا جائے، لیکن چاروں امام جو بڑے مشہور ہیں ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ بے نمازی مسلم معاشرے میں چلتا پھرتا نظر آئے۔

اگر ہم سلف صالحین کے بارے میں دیکھیں کہ اپنے بچوں کی کس طرح عبادت پر تربیت کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۙ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ (مریم: ۵۴-۵۵) اس کتاب میں اسماعیل کا واقعہ بھی بیان کر وہ اپنی بات کا سچا اور رسول و نبی تھا، وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز وزکوۃ کا حکم دیتا تھا، اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ ومقبول۔

اور خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی عبادات پر تربیت کی خصوصی رغبت دلائی ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بڑی ہوگئی تھیں اور شادی بھی ہوگئی تھی، اپنے شوہر کے یہاں رہتی تھیں، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کے لئے انہیں جگایا کرتے تھے، بلکہ سنن نسائی میں ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جگایا اور آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے لگے۔

تھوڑی دیر میں اندازہ لگا کہ وہ دونوں پھر سو گئے ہیں تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا کہ تم لوگ ابھی تک اُٹھے نہیں۔ (صحیح البخاری، ص: ۱۱۲۷ / مسند احمد، ص: ۷۷ / سنن نسائی: ۱۶۱۱)

ذرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہجد کے لئے اہتمام دیکھو اور آج صورت حال یہ ہے کہ ہم فرض نماز کے لئے بھی اپنے بچوں کو نہیں اُٹھاتے۔

اسی طرح بہت سے لوگ خود تو فرائض کا اہتمام کر لیتے ہیں جبکہ انکے بچے نماز سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ حالانکہ صرف فرائض ہی پر نہیں بلکہ نوافل پر بھی اولاد کی تربیت ہونی چاہئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ موطا امام مالک میں حضرت اسلم مولی عمر بن

الخطاب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزانہ رات میں نماز کے لئے اُٹھتے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ توفیق دیتا پڑھتے اور جب رات کا آخری لمحہ ہوتا تو اپنے اہل خانہ کو بیدار کرتے اور فرماتے الصلاۃ، الصلاۃ نماز کے لئے اُٹھو، نماز کے لئے اُٹھو، پھر یہ آیت تلاوت فرماتے: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (موطا امام مالک: ۱:۸۷ صلاۃ اللیل)

مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فرماتے تھے، رات کی نماز کے لئے بچوں کو بھی اُٹھاؤ (یعنی صرف بالغوں ہی کو نہیں بلکہ نابالغ بچوں کو بھی) خواہ وہ اُٹھ کر ایک رکعت ہی پڑھیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴ ص ۱۵۴)

اس طرح روزہ، صدقہ وخیرات اور دیگر عبادات پر بھی بچوں کی تربیت اور انکی عادت ڈالنا ضروری ہے، صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ صحابہ کرام اپنے نابالغ اور چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، چنانچہ مشہور صحابیہ حضرت ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے، اوران کے لئے کپڑے سے کھلونے بنا کر رکھ لیتے، جب ہم انہیں مسجد لے کر جاتے اور کوئی بچہ کھانے وغیرہ کے لئے رونے لگتا تو ہم اسے یہ کھلونا دے دیتے، حتی کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔ (صحیح بخاری: ۱۹۶۰ الصیام، صحیح مسلم: ۱۱۳۶ الصیام)

اسی طرح صحیح بخاری میں یہ بھی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار رمضان کے مہینے میں ایک شرابی کو کوڑا مارنے پہنچے تو فرمایا برا ہو تیرا ہمارے بچے تو روزے سے ہیں اور تو شراب پی رہا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴ ص ۲۰۰ مع الفتح)

اخلاق پر تربیت:

یہ بھی ایک بہت اہم چیز ہے جس پر بچوں کی تربیت ہونی چاہئے، وہ اخلاقیات ہے:

قرآن مجید میں حضرت لقمان حکیم کی وصیتوں کو دیکھیں تو اس میں عقیدہ بھی ملے گا عبادات بھی ملے گی

اور ساتھ ہی اخلاقیات کی بھی تعلیم ملے گی۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٧﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمان:۱۷،۱۸)

آیت کے آخر میں دو چیزیں اخلاقیات میں سے ہیں، کہ لوگوں سے بولو تو چہرہ ہنستا رہے منہ بنا کر لوگوں سے باتیں نہ کرو اور زمین پر اکڑ کر مت چلو۔ آج کل والدین اخلاقیات پر توجہ کم دیتے ہیں، حالانکہ کوشش کرنی چاہئے کہ بچے کو جھوٹ کی عادت نہ پڑے، چوری کی عادت نہ لگے۔ گالی گلوچ نہ سیکھے بلکہ سچ بولنے کی عادت ڈالنی چاہئے، اچھی عادات اور عمدہ اخلاق پر تربیت کرنی چاہئے سنن ابو داؤد میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے میری والدہ نے مجھے بلایا اور کہا یہاں آؤ میں تم کو ایک چیز دیتی ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے کیا دوگی، کہا کھجور دوں گی، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اسے کچھ نہ دیتی تو یہ بھی تیرے نامہ اعمال میں جھوٹ لکھا جاتا۔ (سنن ابوداؤد:۴۹۹۱، مسند احمد: ۳/۴۴۷)

یعنی آپ ﷺ نے یہ بھی گوارہ نہیں فرمایا کہ بچوں سے جھوٹا وعدہ کیا جائے، اس لئے کہ اسی طرح بچوں کی عادت بگڑتی ہے، حالانکہ لوگ اسے معمولی سمجھتے ہیں، میرے ایک ملنے والے عرب تھے ان کی بچی آٹھ یا نو سال کی تھی، ایک دن اس نے اپنی ماں سے کہا کہ امی اگر آپ کو کوئی کام نہیں کرنا ہوتا ہے تو آپ ان شاء اللہ کہہ دیتی ہیں۔ اس طرح گویا ماں نے ان شاء اللہ کی اہمیت بچوں کے دل سے گھٹا دیا، حالانکہ ان شاء اللہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کا ارادہ کرلے۔ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ (الکہف:۲۳) اور ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں کل کروں گا، مگر ساتھ ان شاء اللہ کہہ لینا۔

یہ نہیں کہ کرنا نہیں ہے اور ان شاء اللہ کہے، آج ہمیں کوئی کام نہ کرنا ہوتا ہے تو ٹالنے کے لئے یہ ان شاء اللہ کہتے ہیں، جیسے کوئی کہے مولوی صاحب ذرا ہمیں وقت دے دیجئے۔ آپ ہمارے یہاں کب آئیں گے؟ تو کہتے ہیں ان شاء اللہ آئیں گے۔ اور اگر وقت دینا ہوتا ہے تو کہتے ہیں! ہاں ہاں میرا نمبر نوٹ کرلو، مجھے کال کرنا، میں ضرور آؤں گا، اب اس وقت ان شاء اللہ کہنا بھول جاتے ہیں۔

حضرات! یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوء ادبی ہے جس پر توجہ نہیں دیتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے کے بعد حالت یہ ہونی چاہئے کہ اس کا اہتمام کیا جائے، صحیح بخاری میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا تو اس سے کہا کہ تم نے چوری کی ہے اس نے جواب دیا! اللہ کی قسم میں نے چوری نہیں کی لا الہ الا ھو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو سچ بول رہا ہے میری آنکھوں نے دھوکہ کھایا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۴۴ر) اس لئے کہ تو نے اللہ کی قسم کھائی ہے ایسی ذات کا نام لیا ہے کہ جس کا نام سامنے آجائے تو اس کا احترام کرنا چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان ہے۔

بہت سے بچوں کو چوری کی عادت پڑ جاتی ہے۔ وہ کب پڑتی ہے۔؟ جب گھر میں چوری کرتے ہیں اور ان کی صحیح تربیت نہیں ہوتی ہے۔

شام کے ایک بہت مشہور عالم ڈاکٹر مصطفی سباعی ہیں، انہوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ جب ایک چور کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کورٹ نے کیا تو اس نے کہا سب سے پہلے میری ماں کا ہاتھ کاٹنا چاہئے۔

اس لئے کہ پڑوسی کے گھر سے پہلی بار جب میں انڈا چرا کے لایا تھا تو میری ماں اس پر بہت خوش ہوئی تھی مجھے منع نہیں کیا تھا۔ (اخلاقنا الاجتماعیۃ، ص: ۱۶۳)

سچ فرمایا ہے نبی کریم ﷺ نے:

لعن اللہ السارق یسرق البیضۃ فتقطع یدہ ویسرق الحبل فتقطع یدہ: صحیح البخاری: ۶۷۸۳

صحیح مسلم:۔۱۶۸۷ بروایت ابوہریرہ) اللہ کی لعنت ہو چور پر وہ ایک انڈا چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور ایک رسی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

واللہ اعلم! حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ چوری کی ابتداء چھوٹی چوری ہی سے ہوتی ہے، یہاں تک کہ آدمی بڑی چوریاں کرنے لگتا ہے۔ لیکن ہم یہ کہہ دیتے ہیں ارے بچہ ہی تو ہے، چھوٹا ہے، ایک آدھ انڈے سے کیا ہوتا ہے؟ بس ایسے ہی چوری کی بنیاد پڑتی ہے۔ اگر آپ کے جیب ہی سے آپ کی اجازت کے بغیر بچہ کوئی چیز کیوں نہ نکالے اس پر بھی بچے کی سرزنش ہونی چاہئے اس لئے کہ آج آپ کے جیب سے نکال رہا ہے کل دوسرے کے پرسوں تیسرے کے جیب سے نکالے گا۔ آج ایک روپیہ نکال رہا ہے کل سو روپیہ اور پرسوں ایک ہزار نکالے گا، یہاں تک کہ اسے چوری کی عادت پڑ جائے گی۔

کھانے پینے کے آداب:

بچوں کی تربیت کے سلسلے میں یہ بھی بہت اہم ہے کہ انہیں کھانے پینے کے آداب بھی سکھائے جائیں، بہت سے لوگ جوان ہو جاتے اور انہیں یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کس ہاتھ سے کھانا چاہئے کھانے کی ابتدا پر بسم اللہ پڑھنا نہیں جانتے، بہت سے لوگ آپ کو ایسے ملیں گے جو دستر خوان کے آداب سے واقف نہیں ہیں، اگر غور کیا جائے تو اس بے ادبی کے پیچھے والدین کی سوئے تربیت کا بہت بڑا دخل ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے بچوں کی تربیت میں ان آداب پر بھی خصوصی توجہ دلائی ہے، چنانچہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے زیر سرپرستی تھا، ایک بار نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ میرا ہاتھ سینی (کھانے کے برتن) میں اِدھر اُدھر آ جا رہا ہے، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یاغلام سم اللہ و کل بیمینک و کل ممایلیک۔ (صحیح البخاری:۵۳۷۶، صحیح مسلم:۲۰۲۲)

اے بچے اللہ کا نام لیکر کھاؤ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ

زبان کی حفاظت اور بدکلامی سے پرہیز پر تربیت:

عام طور پر بچے بچپن ہی سے گالی گلوچ بکنا سیکھتے ہیں، بدکلامی کی عادت بچپنے ہی سے پڑتی ہے اور اگر وقت پر اور بچپن ہی میں ان کی گرفت نہ کی جائے اور ان کے اصلاح کی کوشش نہ کی جائے تو یہی چیز مستقل عادت بن جاتی ہے جسے چھوڑنا ایک مشکل کام ہو جاتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ والدین بچپن ہی سے اپنی اولاد کو زبان کی حفاظت کے فضائل بتلائیں اور بدکلامی اور گالی گلوچ کی قباحت سے متنبہ کریں۔

ساتھیو! مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کسی کو کوئی قبیح گالی دی ہو، اس بارے میں دین سے زیادہ شاید عادت کا دخل ہے، کیونکہ والدہ محترمہ رحمہا اللہ اس بارے میں بہت ہی سخت گیر واقع ہوتی تھیں کہ اگر کوئی بھی لفظ زبان سے ایسا نکلتا جو غیر مناسب ہوتا اس پر سختی سے متنبہ کرتیں۔

اگر والدین چاہیں تو اس چیز کو بچوں کے سامنے ایک معقول انداز میں بھی پیش کر سکتے یں، وہ اس طرح کہ بچے سے سوال کریں کہ تم کسی کی زبان سے مجھ کو گالی دیتے ہوئے سننا پسند کروگے؟ یقیناً بچہ نفی میں جواب دے گا تو فوراً اس سے کہا جائے گا تو پھر تو کسی کے ماں باپ کو گالی نہ دے، ورنہ وہ بھی مجھے گالیاں نکالے گا۔

اس طرف متنبہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیہ یہ بہت بڑے گناہوں میں سے ہے کہ کوئی اپنے والدین کو گالی دے، صحابہ نے سوال کیا اے اللہ کے رسول: کوئی اپنے والدین کو کس طرح گالی دے سکتا ہے۔؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ہاں ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ پلٹ کر اس کے باپ کو گالی دیتا ہے، اس طرح وہ اس کے ماں کو گالی دیتا ہے تو جواب میں مخالف بھی اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۹۷۳، الآدب، صحیح مسلم: ۹۰، الایمان)

اس طرح بچوں کو اس پر بھی متنبہ کرنا ضروری ہے کہ لوگوں سے گفتگو کرنے یا لوگوں کو مخاطب کرنے میں کن آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

تربیت کے معاملے میں غلطیاں کہاں کہاں ہوتی ہیں؟ اس طرف توجہ دینا بھی ضروری ہے۔

تربیت کے باب میں بعض غلطیاں

پہلی غلطی:

پہلی چیز یہ ہے کہ جانب محبت جانب تربیت پر غالب نہ آئے، مثال کے طور پر بچے کا صبح امتحان ہے رات کو دیر تک پڑھتا رہا دس (۱۰) بج گئے، گیارہ بج گئے ایک بج گئے پھر بچہ سو گیا اب ماں باپ کہیں گے ابھی تو سویا ہے فجر کے لئے کیا اُٹھائیں، کیسے اُٹھائیں، چلو کوئی بات نہیں ہے ابھی جب امتحان دینے کے لئے اُٹھے گا، تو نماز پڑھ لے گا، یہاں پر محبت غالب آئی جب کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ جانب تربیت کو غالب رکھنا چاہئے اور جانب محبت کو پیچھے کر دینا چاہئے، آپ حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث سنی ہوگی کہ ایک بار آپ صدقہ کے کھجور تقسیم کر رہے تھے اس درمیان حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھاگے بھاگے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر اُدھر مصروف تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کا ایک کھجور اُٹھا کر اپنے منھ میں ڈال لیا، آپ نے جب ان کی طرف توجہ فرمائی تو دیکھا کہ وہ اپنے منہ میں کوئی چیز چبا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ان کے منھ میں انگلی ڈال کر کھجور نکالی اور پھینک دیا، پھر فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں، صدقہ ہمارے اوپر حرام ہے؟ (صحیح بخاری، ۱۴۸۵ رصحیح مسلم، ۱۰۶۹ بروایت ابو ہریرہ رمسند احمد، ۴۰۶/۲) ذرا سوچیں کہ بچے کے منھ سے کسی چیز کو نکال کر پھینکنا کتنی بھاری چیز ہے لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانب محبت کو جانب تربیت پر غالب نہیں ہونے دیا۔

سچ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے: اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (التغابن: ۱۵) تمہارا مال تمہاری اولاد تو تمہارے لئے سراسر آزمائش کا ذریعہ ہیں اور بہت بڑا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یعنی تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی طرف سے تمہاری آزمائش کا ذریعہ

ہیں، اس کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ مال واولاد کی محبت کے مقابلہ میں کون ہے جو میری اطاعت کو ترجیح دیتا ہے اور کون ہے جو مال واولاد کی محبت میں پڑ کر میری معصیت کرتا ہے۔ لہٰذا جو مال واولاد کی جانب محبت کو ترجیح دیگا اسے تو قیامت کے دن خسارے کا منھ دیکھنا پڑے گا اور جو جانب الٰہی وجانب تربیت کو ترجیح دے گا وہ اجر عظیم کا مستحق ٹھہرے گا۔

دوسری غلطی

بچوں کے درمیان عدل ومساوات کو ملحوظ نہ رکھنا:

دوسری غلطی بچوں کے درمیان عدل ومساوات کو ملحوظ نہ رکھنا ہے۔ یہ غلطی بہت عام ہے اور کثرت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں، کوئی ایک بیٹے کو دوسرے بیٹے کی محبت، معاملہ اور لین دین میں ترجیح دیتا ہے ،کوئی نرینہ اولاد کو زنانہ اولاد پر ترجیح دیتا ہے اس طرح مشترکہ خاندانی نظام کی صورت میں ایک لڑکے کے بیوی بچوں کو دوسرے لڑکے کی بیوی وبچوں پر ترجیح دیتا ہے اور کوئی وصیت ومیراث میں بچوں کے درمیان عدل سے کام نہیں لیتا۔

حضرات! ہر باپ کو عہد نبوی کے اس واقعہ کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ کے مطالبہ پر میرے والد نے مجھے ایک باغ بطور ہبہ دے دیا، لیکن میری والدہ نے کہا کہ میں اسے اس وقت تک نہیں تسلیم کرتی جب تک کہ اللہ کے رسول ﷺ اس پر گواہ نہ بن جائیں، چنانچہ میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنی جائداد سے فلاں باغ ہبہ کر دیا ہے اور اس کی والدہ کی خواہش ہے کہ آپ اس پر گواہ بن جائیں؟ رسول ﷺ نے پوچھا! کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اسی طرح کا باغ عطا کیا ہے؟ میرے والد نے جواب دیا: نہیں، آپ نے فرمایا: کسی اور کو اس پر گواہ بناؤ، یہ ظلم ہے اور میں ظلم کے کام پر گواہ نہیں بنتا، لوگو! اللہ سے ڈرو

اور اپنے بچوں کے درمیان عدل سے کام لو۔

(صحیح البخاری: ۲۵۸۷،صحیح مسلم: ۱۶۲۳، بروایت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

یہ حدیث اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ بچوں کے درمیان، لین دین میں انصاف کرنا واجب ہے اور اس بارے میں عدل سے کام نہ لینا صریح ظلم ہے۔

حضرات! جو شخص میری طرح لوگوں کے مسائل میں دلچسپی رکھتا ہے، اسے معلوم ہوگا کہ عام طور پر لوگوں کو شکایت رہتی ہے کہ ہمارے والدین ہمارے اور ہمارے بچوں کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت مشہور حدیث ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: **فاتقوا اللّٰہ و اعْدِلُوا بَیْنَ اَوْلَادِ کُمْ** اللہ سے ڈرو اور اپنے بچوں کے درمیان انصاف سے کام لو۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص کا بیٹا آتا ہے وہ اسے اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے، پھر بیٹی آتی ہے تو اس کو آگے بٹھا لیتا ہے تو آپ نے کہا اسے گود میں کیوں نہیں بٹھایا؟ **ھل لا عدلت بینھما؟** (شعب الایمان: ۸۳۲۷، شرح معانی الآثار، ۸۹/۴، بروایت انس) تم نے ان دونوں کے درمیان انصاف سے کام کیوں نہیں لیا۔ آج ہم بیٹے اور بیٹی میں تفریق کرتے ہیں بیٹے کو زیادہ مانتے ہیں اور بیٹی کو کم چاہتے ہیں ایک بیٹے کی بیوی کو دوسرے بیٹے کی بیوی پر ترجیح دیتے ہیں۔ عام طور پر لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ گھر کا خرچ میں چلاتا ہوں اور روپیہ میں دیتا ہوں لیکن میرے والدین میرے بچوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔ اس معاملے میں والدین کو ڈرنا چاہئے اور انصاف سے کام لینا چاہئے۔

تیسری غلطی

دینی تعلیم پر توجہ کم کر دینا:

تیسری غلطی دینی تعلیم، دینی عقیدے کو پس پشت ڈال دینا اور دنیاوی تعلیم پر زیادہ توجہ دینا! لوگوں

کا عام نظریہ بن چکا ہے، مسلمان باپ کے گھر میں پیدا ہونا مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے، جبکہ اپنے دین کے بارے میں اسے کوئی معلومات نہیں ہے اور اس میں عام طور پر والدین کی کوتاہی کا دخل ہے، (امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سلف امت بچوں کو بوسہ دینے میں بھی عدل سے کام لیتے تھے۔ (حوالہ تحفۃ الودود: ص ۷۸۷)

اگر آپ لوگوں نے دنیاوی تعلیم کے ساتھ انہیں دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ نہ کیا، انہیں اللہ و رسول کے حقوق و آداب نہ سکھلائے تو قیامت کے دن بچے کی محبت آپ کے لئے عداوت میں بدل جائے گی، امام ابن القیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ والد سے اس کے بیٹے کے بارے میں بیٹے سے والد کے بارے میں پوچھنے سے قبل سوال کرے گا، کیونکہ جس طرح باپ کا حق بیٹے پر ہے اسی طرح بیٹے کا حق باپ پر ہے۔ (ایضاً ص ۲۴۷)

لہٰذا جس شخص نے اپنے بچے کی مفید تعلیم کے بارے میں لاپرواہی سے کام لیا اور اسے بے کار چھوڑ دیا، تو اس کے ساتھ بہت ہی برا سلوک کیا، عام طور پر بچوں کے بگاڑ میں ان کے والدین کا دخل ہے، کیونکہ انہوں نے بچوں کو دین کے فرائض وسنن کی تعلیم نہ دی۔ بچپن میں ان کا اہتمام نہ کیا تو بڑے ہونے کے بعد نہ خود اپنے لئے مفید ثابت ہوئے اور نہ ہی اپنے والدین کو فائدہ پہنچایا۔ جس طرح کہ کسی باپ نے بیٹے کی بدسلوکی پر اسے تنبیہ کی تو اس نے کہا: اے ابوجان! میں چھوٹا تھا، تو آپ میرے حقوق پامال کر دیتے تھے آج میں حسن سلوک میں کوتاہی کا مرتکب ہوں، میں چھوٹا تھا تو آپ نے (میری تربیت نہیں کی) مجھے ضائع کر دیا، آج بوڑھے ہوگئے ہیں میں بھی اپنی ذمہ داریوں سے دست بردار ہوتا ہوں۔ (تحفۃ الودود ۲۴۷)

اللہ کی قسم! ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ پچیس سال کے ہیں انگلش میڈیم سے ڈگری ہولڈر ہیں لیکن انہیں سورہ فاتحہ پڑھنی نہیں آتی، جھوٹ نہیں بول رہا ہوں جب میں نے انہیں دین کی اہمیت

سمجھائی تو میرے سامنے بیٹھ کر وہ اپنے باپ کو گالیاں دینے لگا کہ انگلش میڈیم پڑھا کر کیا فائدہ حاصل کیا آج میں یہاں آکر کھیت میں کام کر رہا ہوں، مجھے نماز نہیں سکھائی ہے ہم نے کہا یہ تو دنیا میں ہے آخرت میں پتہ نہیں تو اپنے باپ کے ساتھ کیا کرے گا۔ ساتھیو! ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ دنیا کی طرف خوب توجہ دی جائے اور آخرت کو ترک کر دیا جائے۔ آج ہمارے یہاں کا عام رواج یہ ہے کہ میتھ میٹکس کے لئے، سائنس کے لئے ٹیوٹر کو مثال کے طور پر اگر چار ہزار دیا جاتا ہے اور قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ مسجد میں بھیج دو مفت میں پڑھ لے گا، ایک ہزار پر کسی مولوی کو بلا کر پڑھانے کے لئے راضی نہیں ہونگے۔ حقیقتاً یہ بہت بڑی خیانت ہے، اے ماں تو بھی سن لے، اے باپ تو بھی سن لے قیامت کے دن یہی بچہ جو انجینئر اور ڈاکٹر بن رہا ہے یہ تیرے خلاف گواہی دے گا۔

حضرات! حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو دونوں آنکھ سے نابینا تھے ان کے والد نے کہا چلو اسے حافظ بنا دو کم سے کم مسجد کا امام بن کر اپنی روزی روٹی حاصل کرے گا باقی دوسرے بیٹوں میں سے کسی کو ڈاکٹر بنایا تو کسی کو انجینئر بنایا، حافظ عبد المنان صاحب کا قصہ بہت طویل ہے مختصر یہ کہ ایک بار انہوں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں "اے عبد المنان جب تم مسجد میں بیٹھ کر بخاری کا درس دیتے ہو تو اس کی ٹھنڈک مجھے قبر میں محسوس ہوتی ہے اور تمہارے دوسرے بھائی جو وکیل صاحب ہیں، ڈاکٹر صاحب ہیں اور انجینئر صاحب ہیں ان کی طرف سے مجھے کچھ نہیں پہنچ رہا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ جو خود اپنے لئے نماز نہیں پڑھ سکتا وہ اپنے ماں باپ کے لئے کیا دعا کرے گا۔

چوتھی غلطی

اولاد پر بددعا کرنا:

بہت سی عورتوں کی عجیب عادت ہوا کرتی ہے، بات بات پر بچوں کو گالیاں دینا شروع کر دیتی ہیں، ان کو بددعائیں دینا شروع کر دیتی ہیں، یہ بڑی بھیانک غلطی ہے، اولاد کوئی بڑی غلطی کیوں نہ کر رہی

ہو، ماں باپ کو اپنی زبان سے ان کے لئے کبھی بھی بد دعا کے الفاظ نہیں نکالنی چاہئے، ہوسکتا ہے کہ کسی ایسے وقت میں کہ جب اللہ کی رحمت جوش میں ہو اور آپ ان کے لئے بد دعا کریں آپ کا دل جل رہا ہو، اور اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول کر لے اور آپ کے بچے کی دنیا و آخرت برباد ہو جائے، اس کے برخلاف اولاد کے حق میں دعا کرنی چاہئے بد دعا نہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لاتدعوا علیٰ انفسکم ولاتدعوا علیٰ اولادکم ولاتدعوا علی خدمکم ولا تدعوا علی اموالکم لاتوافقوا من اللہ ساعۃ نیل فیھا عطاء فیستجیب لکم۔ (صحیح مسلم، ۳۰۰۹، سنن ابوداؤد: ۱۵۳۲ بروایت جابر بن عبداللہؓ) اپنے لیے بد دعا نہ کرو، اپنی اولاد کے لیے بد دعا نہ کرو، اپنے خادموں کے لیے بد دعا نہ کرو اور اپنے مالوں کے لیے بد دعا نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہاری بد دعائیں اس گھڑی میں ہوں جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے تو تمہاری بد دعا بھی قبول کر لے۔ پھر نتیجہ افسوس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

ایک شخص عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے میرا بیٹا بڑا نالائق ہے میری ایک بھی بات نہیں مانتا، انہوں نے کہا اچھا یہ بتاؤ کبھی تم نے اس کے لئے بد دعا تو نہیں کی وہ شخص جواب دیتا ہے ہاں ایک بار بد دعا تو دی تھی کہا کہ اَنتَ الَّذِیْ اَفْسَدتَ تو نے ہی اس کو برباد کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بد دعا کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔

شہر ریاض کے الشفا علاقے میں ۱۴۱۰ھ میں ایک واقعہ پیش آیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک باپ نے اپنے بچے کو خوب پڑھایا، بچے نے باہر سے تعلیم حاصل کی اور ایک اچھی نوکری پر لگ گیا اور باپ وہی پرانا ڈنڈا لے کر چلنے والا ٹوٹا چپل اور پھٹا کپڑا پہننے والا تھا، اس کا کام صرف مسجد آنا اور جانا تھا، ایک دن جمعہ کو اس کی بیوی نے کہا کھانا کھا کر جلدی سے باہر چلے جایئے، اپنے یہاں کچھ عورتیں مہمان آرہی ہیں، اس نے کہا ٹھیک ہے، کھانا کھا کر مسجد کی طرف جانے لگا ابھی تھوڑی دور گیا تھا تو کیا دیکھتا

ہے کہ گاڑیاں پر گاڑیاں دروازے پر رک رہی ہیں اور عورتوں کے اترنے کے بجائے گاڑیوں سے مرد اتر رہے ہیں اس نے سوچا کہ کہیں میرے بیٹے کا ایکسیڈینٹ تو نہیں ہو گیا، کہ لوگ تعزیت کے لئے آرہے ہیں معاملہ تو عورتوں کے آنے کا ہے یہ مرد کیوں آرہے ہیں، اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ بیٹا آتا ہے اور انہیں خوشی خوشی اندر لے جا کر بٹھاتا ہے، باپ سیدھا گھر واپس آتا ہے بیوی دیکھتے ہی جھڑکتی ہے، کہاں آگئے تم، وہ بہو کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے بیٹی معاملہ کیا ہے؟ بہو نے سچ بتلا دیا کہ ابا جان صورت حال یہ ہے کہ آپ کے بیٹے کے دوست لوگ آرہے ہیں اور وہ نئے خیال کے ہیں، سب اسی خیال کے ہیں کہ جن کے متعلق اکبر الہٰ آبادی نے کہا ہے کہ

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

بہو نے کہا آپ کے بیٹے کو یہ پسند نہیں کہ اس کے دوست آئیں تو آپ گھر میں موجود رہیں، ساتھیو! جمعہ کا دن تھا باپ کے دل کو سخت ٹھیس پہنچی لیکن کچھ بولا نہیں، سیدھے مسجد گیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر ہاتھ اُٹھا لیا، دعا کرنے لگا بیوی کے لئے بھی بد دعا کی اور بیٹے کے لئے بھی بد دعا کی، پھر دوسرے ہی دن سنیچر کی صبح ساڑھے سات، سوا سات بجے تیزی کے ساتھ بیٹا اپنی گاڑی پر جا رہا تھا کہ ایک کراسنگ کے اوپر ایک دوسری گاڑی نے تیزی سے ایسی ٹھوکر ماری کہ بچے کا پیر ٹوٹ گیا اور وہ صاحب فراش بن گیا، ادھر بچے کی ماں بھی چند دنوں میں کسی ایسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہوئی کہ بستر سے اُٹھنے کے قابل نہیں رہ گئی۔

ساتھیو! ابھی بد دعا کئے چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے، کہ اس کا اثر ظاہر ہو گیا، لہٰذا ماں باپ کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو دعائیں دیں بد دعائیں نہ دیں اگر چہ انہیں اولاد کی جانب سے تکلیفیں پہونچے، ان کی اصلاح کے لئے دعائیں کرنی چاہئے یہی تربیت کا صحیح طریقہ ہے۔

پانچویں غلطی

بچیوں کی پیدائش پر ناراض ہونا:

یہ تربیت میں غلطی ہے، زمانہ جاہلیت اور بت پرستوں کی یہ سنت ہے جو ہمارے یہاں گھر کر گئی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے :وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (النحل،۵۸،۵۹) اور ان میں سے جب کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے سوچتا ہے کہ کیا اس لڑکی کو ذلت کے باوجود زندہ رہنے دے یا مٹی میں دبا دے، آہ، یہ لوگ کیا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

یہ تھی زمانہ جاہلیت کی بدعت جس کی اسلام نے نہ صرف کھل کر مخالفت کی بلکہ اس کے خلاف انقلاب برپا کیا، اس کی فضیلتیں بیان کیں لڑکیوں کی تربیت اور انکی پرورش کے فضائل بیان فرمائے۔

ایک حدیث میں ہے: **من ولدت له ابنة فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليها يعني الذكور ادخله الله بها الجنة (مسند احمد ۱۹۵۷/ابو داؤد، ۵۴۶ا مستدرک حاکم، ۱۹۶)**

جس کے یہاں کسی بچی کی ولادت ہوئی، اس نے اسے نہ زندہ در گور کیا، نہ ہی اسے جھڑکا اور نہ ہی نرینہ اولاد کو اس پر ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

نوٹ: یہ حدیث اہل علم کے نزدیک مختلف فیہ ہے، علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف اور امام حاکم اور ذھبی نے صحیح کہا ہے۔

آج اس ترقی اور علم کے دور میں بھی یہ بدعت ماڈرن شکل میں اور مختلف انداز میں موجود ہے، حالانکہ لڑکیوں کو برا سمجھنا اور ان کی پیدائش پر ناراض ہونا کئی ناحیے سے خلاف شرع و عقل ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض ہے جو کفر ہے، شکر کے بجائے رب کی ناشکری ہے۔ (۲) جاہلیت کی سنت کو زندہ کرنا ہے۔ (۳) بے عقلی اور جہالت کی دلیل ہے، (۴) عورت کی توہین ہے، (۵) عورت کو اس چیز کا مکلف بنا رہے ہیں جو اس کے بس کے باہر ہے۔ (التقصیر فی تربیۃ الاولاد۔ ۷۸)

چھٹی غلطی

بچوں کے سامنے فواحش اور منکرات کا ارتکاب کرنا:

علمائے تربیت اس پر متفق ہیں کہ تربیت کا پہلا زینہ اچھا نمونہ پیش کرنا ہے، بچہ آنکھیں کھولتا ہے، اور حرکت کرنے کے لائق بنتا ہے تو وہ تمام معاملات میں اپنے والدین کی تقلید کرتا ہے، اس لئے اسلام نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے اور والدین سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے اچھا نمونہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ مومن بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (فرقان: ۷۴) اور جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہمارے بیویوں اور بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

مذکورہ آیت میں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا، کا معنی یہ ہے کہ ایسا نمونہ بنا کہ ہمارے بچے خیر میں ہماری اقتدا کریں اور ہمیں شر کا نمونہ نہ بنا کہ ہماری اقتدا پر وہ بھی گواہ ہو جائیں۔ کیونکہ برا نمونہ تربیت پر بہت بڑی رکاوٹ بنتا ہے، آج بہت سے والدین اپنے بچوں کے سامنے جھوٹ بولنا، گالی دینا، فلم دیکھنا، ایسے بہت سے غلط کام کا اظہار کرتے ہیں، جن سے ان کے بچوں کے گمراہ ہونے کا دروازہ کھلتا ہے اور یہ چیزیں صحیح تربیت میں بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہیں۔ سچ کہا ہے کسی عربی شاعر نے:

إذا كان رب البيت بالدف ضاربا فشيمة أهل البيت كلهم الرقص

جب گھر کا ذمہ دار دف بجانے والا ہوگا تو پورے گھر والے ناچنے والے بنیں گے

ساتویں غلطی

نصیحت اور ڈانٹ پھٹکار میں حکمت عملی کو مدنظر نہ رکھنا:

بعض لوگ تربیت کے باب یہ بہت بڑی غلطی کرتے ہیں کہ نصیحت اور ڈانٹ پھٹکار میں موقع و محل کو مدنظر نہیں رکھتے، کچھ لوگ بچے کی پہلی ہی غلطی پر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور اس پر ایسی سرزنش کرتے ہیں، جیسے یہ بچہ کوئی پیشہ ور مجرم ہو۔ کچھ والدین لوگوں اور خصوصا مہمانوں کے سامنے ڈانٹ پھٹکار شروع کر دیتے ہیں، جس کا بچے کی نفسیات پر بہت غلط اثر پڑتا ہے، بہت سے بچے اپنے والدین سے اس لئے شاکی رہتے ہیں اور پھر باغی ہو جاتے ہیں کہ والد اس کے کسی کام کی قدر نہیں کرتے اور لوگوں کے سامنے اس کی برائیاں بیان کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ایک بچے نے مجھ سے بیان کیا کاش کہ کسی ایک دن تو میں اپنے باپ سے لوگوں کے سامنے اپنی تعریف سن لیتا۔ اس طرح بہت سے والدین قریب البلوغ اور بالغ بچوں کے ساتھ ڈاٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کا وہی معاملہ کرتے ہیں جو ایک چھوٹے بچے کے ساتھ کیا جاتا ہے پھر یہی عمل بچوں کے گھر سے بھاگنے، غلط صحبت اختیار کرنے اور عناد کی راہ اختیار کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس طرح اس باب میں ایک غلطی یہ بھی ہے کہ ہر ہر عمل پر بار بار ٹوکنا اور یہ فرق نہ کرنا کہ بچے نے غلطی کی ہے یا بچے سے غلطی ہوئی ہے۔ ضروری ہے کہ والدین اس امر پر بھی غور کریں اور غلطی کرنے اور غلطی ہونے میں فرق کریں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے، جب بھی آپ نے مجھے کسی کام کا حکم دیا پھر میں نے اس پر کوتاہی کی ہو یا اسے ضائع کر دیا ہو تو آپ نے اس پر کبھی بھی مجھے ملامت نہیں کی، بلکہ اگر اہل خانہ میں سے کسی نے ملامت کی بھی تو آپ نے فرمایا:

دعوہ فلو قدر او قال قضی ان یکون کان (مسند احمد: ۱۳۴۵۱ شعب الایمان: ۱۴۷۷) چھوڑ دو اگر کسی کام کو ہونا ہوگا تو وہ ہو کر رہے گا۔

آٹھویں غلطی

بچوں کی غلطیوں پر خوش ہونا انہیں متنبہ نہ کرنا:

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ جب ان کے بچے گالی دیتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں، حالانکہ تربیت کے میدان میں یہ بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ اس طرح بچے گالی دینے اور بڑوں کے ساتھ بے ادبی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں، یہ بات ملاحظے میں ہے بچوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر اگر بروقت انکی اصلاح نہ کی گئی تو مستقبل میں چل کر یہی بچے والدین کے لئے اور دوسرے کے لئے پریشانی کا سبب بنتے ہیں، بلکہ چاہئے کہ بچپن ہی سے انہیں اچھے اخلاق کا عادی بنایا جائے برے اخلاق سے دور رکھا جائے بڑوں کے احترام کا حکم دیا جائے اور اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو حکمت عملی سے اس کی اصلاح کی جائے۔

نویں غلطی

اپنے بچے بچیوں پر مکمل اعتماد کر لینا:

بعض لوگ اپنے بچوں پر مکمل اعتماد کر لیتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا شکایت بھی کرتا ہے تو اس پر ناراض ہو جاتے ہیں، اور اگر بچہ جھوٹ بولتا ہے تو اسے صحیح مان لیتے ہیں اور اس پر یقین کر لیتے ہیں کہ بچہ سچ کہہ رہا ہے، اس نے غلطی نہیں کی ہے۔ اگر میں مثال دوں تو نام کے ساتھ متعدد مثالیں دے سکتا ہوں کہ جن کے والدین نے توجہ نہیں دی اور بچوں پر بھروسہ کیا تو ان کے بچے برباد ہو گئے، لوگ سمجھاتے رہے بچوں کی شکایت کرتے رہے، لیکن کسی کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ خاص طور پر جو لوگ اپنے گھر سے دور رہتے ہیں چاہے دیہات کو چھوڑ کر شہر میں رہتے ہیں یا ایک ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں رہ رہے ہوں ایسے لوگ اپنے گھر پیسہ خوب بھیجتے ہیں جس کی وجہ سے بچے آزاد ہو جاتے ہیں، اگر چچا نے کچھ کہا بھی تو محترمہ بولنے لگتی ہیں کہ ہمارے بچوں سے چڑھتے رہتے ہیں، ہمارے بچوں کا کھانا پینا تم سے

دیکھا نہیں جاتا۔ آخر میں کیا ہوتا ہے کہ محترمہ الگ رہائش کرلیتی ہیں اور بچے آزادی میں بربادی کے شکار ہوجاتے ہیں۔

ابھی مشکل سے دس دن گزرے ہوں گے میری اہلیہ عمرہ کرنے گئی تھیں کویت سے ایک پاکستانی فیملی آئی تھی جن کی صرف ایک بیٹی تھی لیکن اس بیٹی کے پاس موبائیل نہیں تھا، وہ کہتی ہے کہ میرے ابا جان کہتے ہیں کہ بیٹی اللہ کی قسم! تو مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہے لیکن میں تجھے موبائیل نہیں دے سکتا۔ ساتھیو! مجھے یہ بات بہت پسند آئی ۔ لہٰذا ہر باپ کو توجہ دینی چاہئے بچوں کی تربیت کی فکر کرنی چاہئے اور مکمل طور سے بچوں پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے، ورنہ یہ تباہی و بربادی کا بہت بڑا ذریعہ اور سبب ہے۔

دسویں غلطی

گھر والوں کی ضرورت کے باوجود گھر سے دور رہنا:

بہت سے لوگ گھر اور بچوں کی ساری ذمہ داریاں ان کی والدہ پر چھوڑ دیتے ہیں، وہ ان کے کھانے پینے کا انتظام کرے، کپڑا بھی وہی دھوئے اور ان کی تعلیم پر بھی وہی توجہ دے اور میاں صاحب اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد باقی وقت سیر و تفریح اور دوستوں میں گزار دیتے ہیں اس کا اثر بچوں کی زندگی پر غلط پڑتا ہے، پہلی بات کہ بچوں میں یہ شعور پیدا ہوتا ہے کہ والد کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا ان کی نصیحت کا بیٹے پر اثر بھی نہیں پڑتا، دوسری بات بڑا ہونے کے بعد بچہ بھی اس راستے پر چل نکلتا ہے، یہ اس کے علاوہ ہے کہ بیوی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا جارہا ہے، حتی کہ بچے کی بیماری کی صورت میں ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی ذمہ داری بھی اسی مسکین پر ہوتی ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے برخلاف رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضروریات سے فارغ ہوتے تو باقی وقت اپنے اہل وعیال کے ساتھ گزارتے تھے اور گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

ایک بار مشہور تابعی حضرت اسود بن یزید نے مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ نبی ﷺ گھر میں ہوتے تو کیا کرتے؟ مائی عائشہ نے فرمایا: گھر والوں کے کام میں لگے رہتے اور جب اذان ہوتی تو چھوڑ کر چلے جاتے۔ (صحیح البخاری ۵۳۶۳، مسند احمد ۶ / ۴۹)

یہی سوال جب حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا تو مائی عائشہ کا جواب تھا، آپ بھی عام انسانوں کی طرح ایک بشر تھے اپنے کپڑے صاف کر لیتے، اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے، اور اپنا کام اپنے آپ کر لیتے۔ (مسند احمد، ۶ / ۲۵۶، الادب المفرد: ۵۴۱)

بلکہ یہ امر بہت سے لوگوں کے لئے باعث تعجب ہوگا کہ اپنی گونا گوں مصروفیات اور ذمہ داریوں کے باوجود نبی اکرم ﷺ اپنے اہل خانہ کو شہر سے باہر سیر و تفریح کے لئے بھی لے جایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت شریح البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کبھی بادیہ کے علاقہ (باہری علاقے میں بھی جاتے تھے؟ مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا، ہاں! جب آپ باہری علاقے میں جاتے تو انہیں وادیوں کی طرف تشریف لے جاتے۔ الادب المفرد ۵۸۲، سنن ابوداؤد ۲۴۷۸

کیونکہ انسان خصوصاً عورتیں اور بچے گھر کے ماحول سے اکتا کر باہر کی ہوا میں سانس لینا چاہتے ہیں، نبی رحمت ﷺ نے اس جانب کو بھی نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے ان کی اصلاح فرمائے، انہیں دین کا سپاہی بنائے، اللہ ہمیں اور آپ کو اپنے بچوں کو تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

موبائل کی آزادی دینا:

بچوں کو موبائل دینا ان کے ہاتھ میں زہر کا جام دینے کے مترادف ہے۔ آج معاشرے میں برائیوں کے پھیلنے، بے حیائیوں کے عام ہونے، بچے اور بچیوں کے بگڑنے میں موبائل کا بہت بڑا عمل

دخل ہے۔ جو وقت بچوں کے پڑھنے لکھنے کا ہوتا ہے وہ موبائیل میں گیم کھیلنے، فلم دیکھنے، فضول باتیں کرنے نیز ایک دوسرے سے چیٹ کرکے فیس بک، واٹس آپ میں برباد کردیتے ہیں بسا اوقات اسی موبائیل کے ذریعہ عشق و معاشقہ جیسی بری وباء کے شکار ہوجاتے ہیں اور اپنی پڑھائی لکھائی کو برباد کر بیٹھتے ہیں ساتھ ہی ماں باپ اور خاندان کی عزت کو خاک میں ملادیتے ہیں۔

کتنے بچے اور بچیاں ابھی ہائی اسکول بھی نہیں پاس کرپاتے کہ عشق و محبت کی لپیٹ میں آجاتے ہیں اور اپنے اصل مقصد سے ہٹ کر دن رات موبائیل میں مشغول رہتے ہیں۔ لہٰذا والدین کو چاہئے کہ بلا ضرورت بچے اور بچیوں کو موبائیل نہ دیں۔ اگر ضرورت کے تحت موبائیل دیتے ہیں تو ان کے ہر ہر حرکات وسکنات پر مکمل دھیان دیں کہ کس سے، کب اور کتنی بات کرتے ہیں اور اگر ہوسکے تو کبھی کبھار ان کے موبائیل بھی چیک کرلیا کریں کہ اس میں کیا کیا چیزیں لوڈ کی ہوئی ہیں۔

تربیتِ اولاد

والدین کا اہم فریضہ

مولانا عبدالواحد انور یوسفی

امانت ، آزمائش ، ابتلا ہے — میسر جو بھی ہے رب کی عطا ہے
کسی کو لڑکیاں بخشی ہیں اس نے — کسی کو صرف لڑکے ہی دیا ہے
کسی کو دے دیا لڑکی و لڑکا — کسی کو بانجھ بھی اس نے کیا ہے
نہیں ماں باپ کی کوئی کرامت — کہ رب وہاب ہے حاجت روا ہے
ملی اولاد تو رب کے کرم سے — لبِ مومن پہ حمد و شکریہ ہے
انہیں کے دم سے ہے رونق گھروں میں — نہ ہوں بچے تو گھر وحشت کدہ ہے
امانت رب کی ہے لڑکی و لڑکا — جسے ماں باپ نے مانگا کیا ہے
اب ان کی تربیت کا وقت آیا — تو گھر کا ہر بشر ان پر فدا ہے
ہے حق بھی باپ سے ماں کا زیادہ — کہ ماں کی گود اس کا مدرسہ ہے
وہ بچہ سیکھتا ہے گھر کی باتیں — ابھی دنیا سے وہ نا آشنا ہے
یہ ہے ماں باپ ، دونوں کا فریضہ — سکھائیں اس کو کیا اچھا بُرا ہے
بڑھی جب عمر تو اسکول پہنچا — بڑا نازک ، کٹھن یہ مرحلہ ہے
کہ ہیں سب ہم سبق ہم عمر بچے — شرارت میں ہر اِک ،اِک سے سوا ہے
جداگانہ ہے تربیت ، ہر اک کی — یہاں ماحول بھی گھر سے جدا ہے

کوئی چپ ہے کوئی بکتا ہے گالی — کوئی مرعوب ، کوئی سر چڑھا ہے

بسا اوقات اس میں جا کے بچہ — نئی تہذیب کے ہتھے چڑھا ہے

ضرورت ہے نظر ماں باپ رکھیں — سکھائیں اس کو کہ اسلام کیا ہے

مساجد ، ساتھ لے کر اپنے جائیں — بتائیں کیا نماز مصطفیٰ ہے

شعور آیا ، گیا کالج کے اندر — جہاں پَل پَل پہ اک محشر بپا ہے

جہاں عریانیت ، بے دینی، الحاد — مہذب بن کے منہ کھولے کھڑا ہے

اسی تہذیب میں رہنا ہے اس کو — کہ مستقبل کے گر ، کچھ سیکھنا ہے

رکھیں اولاد پر ماں باپ نظریں — کہ بچہ کس ڈگر پر چل رہا ہے

جو رات آئی ذرا گھر کو ٹٹولیں — کہ بچہ ہے کہاں ، کیوں لاپتہ ہے

گیا ہے ساتھ وہ نکڑ پہ کس کے — وہ کوئی اجنبی یا آشنا ہے

ہے رشتہ دار یا کہ دوست کوئی — مٹر گشتی کی لت مہلک وبا ہے

یہ ذمہ داریاں ماں باپ کی ہیں — بتائیں کیا روا ، کیا نا روا ہے

کریں دین دار لڑکی ہی سے شادی — وہ پڑھ لکھ کر جواں اب ہوگیا ہے

مگر پھر بھی نظر رکھنی ہے اس پر — کہ وہ بچہ بالآخر آپ کا ہے

جہنم سے بچانا ہے اسے بھی — یہ ذمہ داری بھی رب نے دیا ہے

نہ کوتاہی کریں ماں باپ مطلق — یہی انورؔ کی ان سے التجا ہے

❁❁❁

ہماری مطبوعات

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ
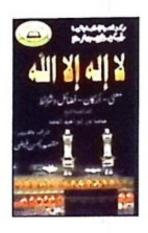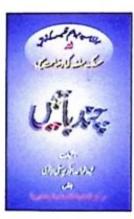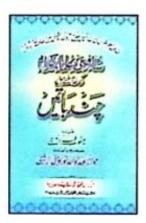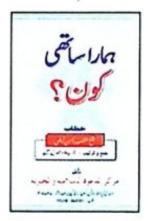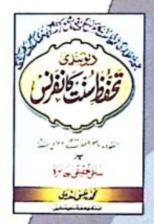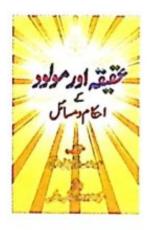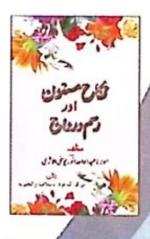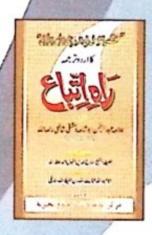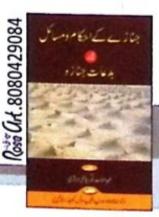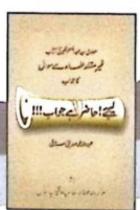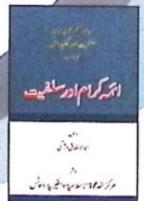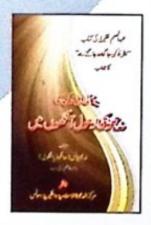
MARKAZUD DAWATUL ISLAMIYYAH WAL KHAYRIYYAH

- Islami Compound, Savnas, Khed, Ratnagiri, Maharashtra - 415727. Tel : 02356-262555
- Bait-us-Salaam Complex, Mahad Naka, Dist. Ratnagiri, Maharashtra - 415709. Tel : 02356-264455